قسط نمبر 3

خان ہاؤس میں ابرار خان اپنے دو بیٹوں جلال خان اور بہزاد خان کے ساتھ رہتے ہیں۔ جلال خان اپنی بیگم سائرہ اور اپنے بیٹے فائز کے ساتھ نچلے پورشن میں رہتے ہیں جبکہ چھوٹا بھائی ریحانہ بیگم اپنی بیٹی کے ساتھ اوپر کے حصے میں آباد ہیں۔ ابرار خان کی بیگم سکینہ خاتون دوراندیش انسان تھیں ان کی زندگی میں خان ہاؤس میں خوشیوں کی چہکار تھی لیکن ان کی وفات کے بعد گھر کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے جب ہی دونوں بہوؤں کے درمیان بھی روایتی چپقلش رہتی ہے۔ فائز اپنی کزن سفینہ کو پسند کرتا ہے اور اپنے والہانہ جذبات میں اسے بھی اپنا شریک سفر بنا چکا ہے لیکن سائرہ بیگم کو سفینہ ایک آنکھ نہیں بھاتی جب ہی وہ اپنے بیٹے پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔ سائرہ کی ماں دلشاد بیگم اپنے بیٹے کے ہمراہ زندگی گزار رہی ہیں۔ ان کی بہو نرما کے ساتھ ان کے تعلقات روایتی ساس بہو والے تھے۔ آئے دن ان کے جھگڑوں کا فائدہ اٹھاتے ان کی نوکرانی دونوں طرف اپنی چرب زبانی کی بدولت ان کے مابین تعلقات کو مزید بگاڑ دیتی ہے۔ دلشاد بیگم کی غفلت کی وجہ سے ان کی بہو نرما اولاد کی نعمت سے محروم تھی جب ہی بیٹے کے دل میں بھی ماں کے لیے غفلت آجاتی ہے اور وہ نرما کے لیے اوپر کے پورشن میں بندوبست کردیتا ہے، دلشاد بیگم کو بیٹے کی یہ جدائی برداشت نہیں تھی دوسری طرف یہ جان کر کہ بہو بیٹا دونوں جلد ہی بیرون ملک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں مزید بدظن ہوجاتی ہے ایسے میں ان کی نوکرانی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر انہیں کسی عامل بابا سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ رانی کی باتوں میں آکر وہ اس کے آستانے پہنچتی ہیں اور اپنا تمام معاملہ بتا کر خوش وخرم لوٹ آتی ہیں ان کے تعویذ اثر دکھاتے ہیں اور شکیل ماں کا خیال کرتے ہوئے رات میں بھی دلشاد بیگم کے پاس ٹھہر جاتا ہے۔ اس طرح عامل بابا پر ان کا یقین خود بخود ہی بڑھ جاتا ہے۔ دوسری طرف سائرہ بیگم سفینہ اور فائز کو ایک ساتھ گاڑی سے اترتے دیکھ کر اشتعال میں آجاتی ہیں اور سفینہ پر الزامات کی بوچھاڑ کردیتی ہیں جبکہ فائز کے لیے ماں کا یہ روپ نہایت حیران کن ہوتا ہے ایسے میں ابرار خان معاملہ کو سنبھالتے دونوں کو خاموش کرادیتے ہیں لیکن مستقبل کا خیال انہیں پریشان کیے دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❊ .... ❊ .... ❊

"کون آگیا جو یہ ایسے بھاگی دوڑی چلی آرہی ہے؟" سائرہ پہلے تو، ریحانہ کی نظروں سے بچنے کے لیے سائیڈ میں ہوکر منہ موڑ کر کھڑی ہوگئیں، پھر جھری سے جھانکا۔ دفعتاً دروازہ بڑی زور سے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی، وہ نگاہیں گاڑ کر دیکھنے لگیں۔

"امی...... امی......" سفینہ اترا ہوا چہرہ لیے ریحانہ پر لدی جارہی تھی،

"سفی بیٹا! کیا ہوگیا؟" ریحانہ کا پریشان کن گھبرایا ہوا لہجہ سائرہ کو بھی چونکا گیا۔

"اے اب کیا مصیبت آگئی۔" وہ کھڑکی سے مزید چپک کر باہر کا جائزہ لیتے ہوئے بڑبڑائیں، ایک دل نے کہا جا کر دیکھا تو جائے سفینہ کو ہوا کیا ہے؟ مگر انا ایک بار پھر آڑے آگئی، کونے میں دبکی کھڑی رہیں۔

"وہ امی وہ۔" سفینہ کی حالت عجیب سی ہورہی تھی، پسینہ میں شرابور تھر تھر کانپتی ہوئی، انگلی سے باہر کی جانب اشارہ

کرنے لگی۔

"چلو اوپر چلو۔" ریحانہ نے بیٹی کی حالت پر گھبرا کر صحن میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں جٹھانی کو نہ پا کر سکھ کا سانس لیا اور تیزی سے بیٹی کو سہارا دیتی ہوئی اوپری منزل کی جانب بڑھ گئیں۔

"ہائے میرے اللہ۔ اس لڑکی کو کیا ہو گیا؟ عجیب عجیب سی حرکتیں کر رہی ہے۔" سائرہ نے گال پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے سوچا۔

"معاملہ گڑبڑ لگ رہا ہے۔" وہ، کچن سے نکل کر صحن میں چلی آئیں اور اوپر کی جانب کان لگا دیئے مگر کچھ خاص سمجھ میں نہیں آیا۔

"چھوڑو، مجھے کیا' ان ماں بیٹیوں نے ویسے ہی میرا جینا حرام کر رکھا ہے، پہلے جلال خان' سفی' سفی کرتے پھرتے تھے، اب فائز بھی مجھ سے سفینہ کے لیے لڑنے بیٹھ جاتا ہے۔" ان کا دماغ دوبارہ کل رات کے بحث مباحثہ میں جا اٹکا، جس کی وجہ سے بیٹا صبح سے کہیں غائب تھا دل کا عناد بڑھتا گیا۔

❁........❁........❁

"امی......! امی......!" سفینہ ماں سے لپٹ گئی، اسے لگا جیسے گہری نیند کے بعد بیدار ہوئی ہو، وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"کیا ہوا بیٹا! میں تمہارے پاس ہوں نا۔" سفینہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی حالت پر ریحانہ کے ہوش اڑ گئے، کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا قرآن شریف کھول کر اس کے پاس بیٹھ گئیں، اور پڑھ پڑھ کر دم کرنے لگیں۔

"امی! آپ نے گیٹ اتنی دیر میں کیوں کھولا؟ اگر وہ مجھے کاٹ لیتا تو۔" اس نے بے قراری سے ماں کا ہاتھ زور سے پکڑ کر پوچھا۔

"بیٹا! وہاں کوئی نہیں تھا۔ تمہارا وہم ہوگا۔ جانے کس کو دیکھ لیا جو اتنا ڈر گئی ہو۔" انہوں بے قرار ہو کر بیٹی کی چوڑی پیشانی کو چوما، اس کی نگاہیں، کسی غیر مرئی چیز کو خلاؤں میں تلاش کر رہی تھیں۔ ماں کی بات کا جواب بھی نہیں دیا۔

"فکر نہ کرو' میں تمہارے پاس ہوں' وئی نہیں آئے گا۔" ریحانہ نے بیٹی کو بانہوں میں بھر کر خود سے چمٹایا۔

❁........❁........❁

کھنکتی ریشم سی ہنسی اس کے کانوں میں گونجی، فائز نے بے اختیار مڑ کر دیکھا، ایک لڑکی، اپنی ساتھی کولیگ کے ساتھ کھڑی ہنس ہنس کر باتوں میں مصروف تھی اس نے سر جھٹکا اور ارشد کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔

"سفینہ تو اس وقت کالج سے گھر لوٹی ہوگی۔ میں ہر جگہ اسے ہی تلاش کرنے لگتا ہوں۔" فائز نے اپنے سر پر ہاتھ مار ا، تخیل کی کمزوری پر خود کو سمجھایا۔ وہ اپنے دوست ارشد کے آفس میں کسی کام سے آیا تو ہنسنے کی آواز پر ایسا لگا جیسے سفینہ بھی آس پاس موجود ہو۔

"یار! تم یہاں بیٹھ کر چائے پیو۔ میں ذرا اپنے باس کے کمرے سے پانچ منٹ میں آتا ہوں۔" ارشد نے اس سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور ویٹنگ روم کی جانب اشارہ کیا۔ خود شیشے کے بنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

"اگر سب مل کر بھی چاہیں تو سفینہ کو مجھ سے جدا نہیں کر سکتے، وہ جسمانی طور پر دور ہوتے ہوئے بھی کتنی قریب ہوتی ہے۔" فائز نے مسکرا کر سوچا۔ پیون اندر داخل ہوا اور بھاپ اڑاتی چائے رکھ کر باہر چلا گیا۔

"اس کی محبت میرے اندر اس حد تک سرائیت کر چکی ہے، کہ غیر موجودگی میں بھی، وہ ہی دکھائی دیتی ہے۔" فائز نے شیشے کی میز پر انگلی سے سفینہ کا نام لکھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بھی اسے مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ فائز بڑبڑایا، اور چائے کا سپ لیا' محبت کی یہی خوب صورتی، اس کے دل میں بس گئی تھی۔

❁......✹......✡

''دیکھوں تو اوپر ہو کیا رہا ہے؟'' ریحانہ کی رونے کی آواز پر، سائرہ کو تشویش سے زیادہ تجسس نے ستا ڈالا تھوڑی دیر تک تو نیچے کھڑی سن گن لینے کی کوشش کی، مگر جب برداشت نہ ہوا تو گھٹنا پکڑتی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا پہنچیں۔

''اسے کیا ہو گیا۔ ایک دم پیلی پھٹک ہو رہی ہے۔'' اندر کا منظر دیکھ کر ان کے بھی ہوش اڑ گئے۔

''پانی......ایک گھونٹ۔ پانی......پلا دیں۔'' سفینہ کے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے اس نے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے پانی مانگا۔

''لاتی ہوں بیٹا! تم حوصلہ تو پکڑو۔'' ریحانہ نے اس کا سر اپنی گود سے اٹھا کر تکیہ پر رکھا اور بستر سے نیچے اتری تو سامنے سائرہ کو کھڑا دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

''ارے بھابھی! آپ......آیئے نا۔'' وہ بیٹی کی ایسی حالت جٹھانی سے چھپانا چاہتی تھی، اب جبکہ وہ اوپر آ گئیں تو ریحانہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی اخلاق دکھانا پڑا۔

''چھوٹی دلہن سفینہ کو کیا ہو گیا ہے؟'' انہوں نے اس کے نزدیک بستر پر بیٹھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

''پتا نہیں جب سے کالج سے لوٹی ہے، اس کی ایسی ہی حالت ہے، شاید کسی چیز سے ڈر گئی ہے۔'' ریحانہ نے روتے ہوئے جٹھانی سے کہا۔

❁......✹......✡

''مما! سفینہ کے معاملے میں اس طرح کیوں سوچتی ہیں؟'' فائز ارشد کے آفس سے باہر نکلا تو اس کی سوچ کا سرا دوبارہ وہیں سے جڑ گیا جہاں سے ٹوٹا تھا۔

''وہ اتنی اچھی ہے پھر بھی مما اتنی ناراض رہتی ہیں۔'' اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور لفٹ کا بٹن دبایا۔

وہ جب تک دوستوں کے ساتھ ہوتا تو ذہن دوسری طرف لگ جاتا، مگر تنہائی میں ایسی باتیں ہی دماغ کو اپنے گرفت میں لیے رہتیں۔

''مما کی بات مان کر خوش نہیں کر سکتا کیوں کہ اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے، کہ میں شادی سے انکار کر دوں۔'' فائز رنجیدہ ہونے لگا۔

''ایک عجیب مخمصے میں پھنس گیا ہوں۔ خود سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوگا؟'' وہ ایک بار پھر سوچ سوچ کر تھک گیا۔

''ان مسئلوں سے نکلوں تو باہر جانے کا معاملہ سنجیدگی سے نمٹاؤں ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہاں سے جاؤں اور پیچھے سے کوئی ایسی بات ہو جائے کہ سفینہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جائے۔'' اس روز پہلی بار فائز نے اپنے مزاج کا جائزہ لیا۔

''مما کی ڈانٹ ڈپٹ اپنی ذات پر تو سہہ سکتا ہوں' اس پر صبر بھی آ جاتا ہے مگر جب میری محبت کے پیچھے سفینہ کے بے داغ دامن پر بدنامی کے چھینٹے پڑتے ہیں۔ وہ برداشت نہیں ہوتا۔ ان مسائل کا حل کیسے ڈھونڈ نکالوں؟'' اس نے باہر نکل کر سر اٹھایا اور دیر تک آسمان کی طرف شکوہ کناں نگاہوں سے تکتا رہا۔

❁......✹......✡

''ہائے دیکھو تو کیسی پیلی ہو رہی ہے اور یہ بال کیوں بکھرائے ہوئے ہیں؟ آج کل لڑکیوں کے فیشن ہی ختم نہیں ہوتے۔'' سائرہ نے بظاہر ہمدردی جتاتے ہوئے سفینہ کے چہرے سے بال ہٹا کر کہا۔

"جی بھابھی! میں نے بھی اسے کتنی بار منع کیا ہے کہ لمبے بالوں کو باندھ کر رکھا کرو، مگر صبح صبح نہالیا اور بالوں کو دوپٹے سے ڈھانپ کر کالج چلی گئی، میں نے ٹوکا تو بولی ابھی گیلے ہیں، سوکھ جائیں گے تو باندھ لوں گی ورنہ سر میں درد ہوجائے گا، مجھے تو لگتا ہے میری بچی پر کسی کی بری نظر پڑ گئی ہے۔" وہ اس وقت پریشانی کی جس کیفیت سے گزر رہی تھیں، بلا سوچے سمجھے بولے جارہی تھیں۔

"دلہن ایسا کرو، اس کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھو، تاکہ بخار کی حدت کم ہو۔" سائرہ نے گرم کلائی کو چھوتے ہوئے مشورہ دیا۔

"پانی...... پانی۔" اس نے گلابی لرزتے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش دی۔

ریحانہ جلدی سے کچن کی طرف پانی لینے دوڑیں، سائرہ نے بغور سفینہ کا جائزہ لیا۔

اب وہ تھوڑا ہوش میں تھی، ریحانہ نے پانی کا گلاس لاکر بیٹی کے ہونٹوں سے لگایا جسے وہ صحرا میں بھٹکتے پیاسے مسافر کی طرح پی گئی۔

"سفینہ! اب کیسی طبیعت ہے؟" سائرہ نے آواز میں نرمی پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس تائی اماں! میرے سر میں بہت درد ہے، پلکیں پتا نہیں کیوں اتنی بھاری ہورہی ہیں۔" وہ اٹک اٹک کر اپنی کیفیت بتانے لگی۔

"اچھا تم سونے کی کوشش کرو۔" سائرہ نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔

"دلہن! تم ایسا کرو سفینہ کو کوئی ٹیبلٹ دے دو، شام میں کوئی آتا ہے تو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا، میں اب نیچے جاؤں گی اصل میں چولہے پر ہنڈیا پکنے رکھی ہے۔" سائرہ نے گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے، ریحانہ کو ہدایت دی۔

سفینہ نے ماں اور تائی کو بہت کم اتنی اپنائیت سے ایک ساتھ باتیں کرتے دیکھا تھا، وہ دل ہی دل میں مسکرائی، اچانک اس کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں وہ نیند کی وادیوں میں کھوگئی۔

"بھابھی! اچھا ہوا آپ آگئیں، مجھے حوصلہ مل گیا، ورنہ سفینہ کی جو حالت تھی، ایک لمحے کو تو میرا دل بند ہونے لگا تھا۔" ریحانہ نے مسکرا کر جٹھانی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ سفینہ کی حالت نے دل کو گداز کردیا تھا۔

"یہ شاید کسی چیز سے ڈر گئی ہے خیر اسے دوا ضرور کھلانا۔ اگر طبیعت ٹھیک نہ ہو تو مجھے بلا جھجک آواز دے دینا۔" سائرہ نے ریحانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اخلاق دکھایا۔

واہ ملکی بابا! میں آپ کو مان گئی ایسا زوردار عمل کیا کہ ان دونوں کے تو چھکے ہی چھوٹ گئے۔" سیڑھیاں اترتے ہوئے، سائرہ کا چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ چھاگئی۔

✿......✿......✿

وہ سائرہ تھیں اپنے آگے کسی کی نہ سننے والی، کیسے بیٹے کو اتنی رعایت دیتی کہ وہ ایک لڑکی کے لیے انہیں سمجھانے بیٹھ جائے، لڑکی بھی وہ، جس کی پیدائش سے پہلے سے ہی بیر باندھ لیا گیا، ساس نے ریحانہ کے امید سے ہونے کے بعد برادری والوں کے سامنے اعلان کردیا تھا۔

"اگر بہزاد کی بیٹی ہوئی تو، میرے فائز کی دلہن بنے گی۔" سائرہ، پنگھوڑے کی منگنی کا سنتی تو آ گئی تھیں، مگر ان کے اپنے بیٹے کے ساتھ بھی ایسا ہوگا، یہ نہیں سوچا تھا، ابھی منگنی کے آنسو ہی صاف نہیں ہوئے تھے، کہ ریحانہ کی گود میں پریوں جیسی سفینہ چلی آگئی، دادی نے سونے کی چھوٹی سی چوڑی بنوا کر فائز کے نام سے پوتی کے ہاتھ میں ڈال دی۔ سائرہ کا بس نہیں

چلتا، کہ وہ ریحانہ کی گود سے ہنستی کھلکھلاتی سفینہ کو چھین کر رلا دیں۔
ان کے لیے اپنا نظرانداز کیا جانا ناقابل برداشت تھا، جلال خان کو شروع سے بیٹی کی خواہش تھی، وہ جب امید سے ہوئیں تو، میاں ہر وقت بیٹی کی تمنا دل میں بسائے، گلابی اور آسمانی رنگ کی فراکوں کے ڈھیر لگاتے چلے گئے، سائرہ کے منع کرنے کے باوجود بے بی کے استعمال کی چیزوں سے نرسری کو بھر دیا، ڈھونڈ ڈھونڈ کر لڑکیوں کے نام جمع کر کے سائرہ کو بتاتے، وہ شوہر کی دیوانگی سے گھبرا جاتیں کچھ سمجھاتیں تو جلال بیوی کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتے۔ اصل میں وہ دو بھائی تھے، بہن کوئی تھی نہیں، جلال کو شروع سے بہن کا ارمان تھا، جو پورا نہ ہوا تو، بیوی کے امید سے ہونے پر ان کی خواہشوں کا دھارا، اس طرف مڑ گیا۔
قدرت کو ایسا ہونا منظور نہ تھا، فائز کی پیدائش پر وہ خوش تو تھے مگر اتنے نہیں جتنا سائرہ ان کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ دو سال بعد ہی جب ریحانہ کی گود میں سفینہ آئی تو ان کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا، پورے اسپتال میں مٹھائی اپنے ہاتھوں سے بانٹی، وہ ساری فراکیں اور دوسری اشیاء جو انہوں نے فائز کی دفعہ میں خریدی تھیں، سفینہ کو گفٹ کر دیں، سائرہ یہ سب دیکھ دیکھ کر اپنا بلڈ پریشر بڑھاتی رہیں، مگر شوہر کے آگے کیا بولتیں، بس سفینہ کے خلاف دل میں ایسی گرہ پڑی جو سالوں گزرنے کے بعد بھی نہ کھل سکی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

''بابا نے لگتا ہے اپنے موکلوں کے ذریعے عمل کروا دیا ہے۔'' سائرہ ایک ہی بات سوچتی ہوئی، سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں
''میرا کام تو ہو گیا ہے۔'' سائرہ دھم سے، بستر پر بیٹھ گئیں، ان کا وجود پسینے میں بھیگ اٹھا۔
''بس بہت ہو گئیں، فضولیات اب میں مزید بابا سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی۔'' وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بڑبڑائیں۔
''بابا نے عمل تو پکا ہی کیا ہے آگے کا کام خود ہی ہو جائے گا۔'' آج سفینہ کی جو حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی، دل کو یقین آ گیا۔
''اف کیسی عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔'' سائرہ نے سائیڈ میں رکھے جگ سے پانی پیا، پھر بھی چین نہیں ملا۔
ایک دم واش روم کی طرف دوڑیں، چہرے پر پانی کے چھپاکے مارے، منہ پونچھا، پورے وجود پر جیسے چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔
''تم نے اس معصوم کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' ان کا ضمیر ایک دم ملامت کرنے لگا۔
''مجھے بھی اس سے کوئی دشمنی نہیں مگر یہ لوگ سمجھ ہی نہیں رہے تھے تو میں کیا کرتی۔'' آئینے میں اپنی اتری صورت دیکھ کر خود کو صفائی دی۔
''جو ہونا تھا وہ ہو گیا مگر آئندہ کے لیے کان پکڑتی ہوں۔'' سائرہ نے اپنے کان پکڑ کر خود کو سرزنش کی اور واش روم سے باہر نکل آئیں۔
''اماں کو بھی منع کروں گی ان باباؤں کے چکروں سے زرا دور رہیں۔'' سائرہ نے دل ہی دل میں خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ذہن بٹانے کے لیے، ٹی وی کا ریموٹ اٹھا لیا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

سفینہ کی آنکھ شام میں کھلی تو ریحانہ بیٹی کے سرہانے بیٹھی کچھ پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔ اسے اٹھتا دیکھ کر انہوں نے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ ماں کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گئی کہ ریحانہ کافی دیر تک روتی رہی ہیں، وہ ماں

کے اصرار پر واپس لیٹ گئی۔

''امی! آپ پوری دوپہر جاگتی رہیں اور میرے سرہانے بیٹھ کر روتی رہی ہیں نا؟'' سفینہ نے ماں کا ہاتھ تھام کر چوم لیا۔

''میری بچی! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔'' انہوں نے اسے نارمل دیکھا تو شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

''بس اب میں بالکل ٹھیک ہوں' آپ تھوڑی دیر لیٹ جائیں۔'' اس نے بستر پر کھسک کر ماں کے لیے جگہ بنائی۔

''نہیں اب مغرب کی اذان ہونے والی ہے میں نماز پڑھ کر ہی لیٹوں گی۔ تمہارے ابو کا بھی کئی بار فون آچکا ہے۔'' انہوں نے بیٹی کے بال سنوارتے ہوئے بتایا۔

''انہیں کس نے بتایا؟'' سفینہ نے اپنے گھنے بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے ہی گھبرا کر فون کردیا تھا، ان کی آج ضروری میٹنگ نہ ہوتی تو شاید اسی وقت اٹھ کر گھر آجاتے۔'' ریحانہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''اچھا اور کوئی نہیں آیا؟'' اس نے ایک امید سے پوچھا۔

''ہاں تمہاری تائی آئی تھی نا اور تھوڑی دیر پہلے ابا جان بھی تمہیں دیکھنے اوپر آئے تھے، کافی دیر تمہارے پاس بیٹھ کر دم کرتے رہے، مگر تم ایسی بے ہوش پڑی تھی کہ پتا ہی نہیں چلا پھر عصر کا ٹائم ہوا تو مسجد چلے گئے۔'' ریحانہ نے تسلی سے جواب دیا تو وہ تھوڑی مایوس ہوگئی۔

ریحانہ نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور پھر بیٹی پر دم کیا اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے کے بعد وہاں سے اٹھ گئیں۔ کمرے میں پھیلی ہوئی چیزوں کو ٹھکانے پر رکھنا شروع کیا، شام ڈھل رہی تھی، انہوں نے، کھڑکی کے پردے سمیٹے تو تازہ ہوا کا جھونکا، سفینہ کے چہرے سے ٹکرایا، اسے تازگی محسوس ہوئی۔ وہ اپنے بالوں کو سمیٹ کر چٹیا کی شکل دیتے ہوئے فائز کو یاد کرنے لگی، تھوڑی ہی دیر میں کمزوری محسوس ہونے لگی تو تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''میں تمہارے لیے جوس کے ساتھ کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔ دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا، اب بھوک لگی رہی ہوگی نا۔'' ریحانہ نے بیٹی سے جھک کر پوچھا۔

''نہیں امی......! مجھے کچھ نہیں کھانا' سچ میں بالکل دل نہیں چاہ رہا' بس ایک کپ چائے دے دیں۔'' سفینہ نے منہ موڑ کر لیٹتے ہوئے اداسی سے کہا۔

''زیادہ نخرے نہیں ایک دن کے بخار میں کیسا منہ اتر گیا ہے میں سیب کا جوس نکال کر لاتی ہوں'' ریحانہ نے بیٹی پر کمبل ڈالا۔

''پلیز ممی! صرف ایک کپ چائے' جوس میں شام میں پی لوں گی سچ میں۔'' سفینہ نے اتنی لجاحت سے کہا کہ ریحانہ نے مجبوراً حامی بھری اور چل دیں۔

❁......✿......❁

''ٹن......ٹن......ٹن۔'' بہت دیر بیل بجتی رہی، آخر ریحانہ نے ہی زچ ہو کر اوپر سے نیچے اتر کر دروازہ کھولا۔

''بھئی آج دروازے کی چابی دکان پر ہی بھول آیا اس لیے یہ جلال خان تھے، جو آج تھوڑا جلدی لوٹ آئے۔

ریحانہ کا چہرہ اترا ہوا تھا اس نے اخلاقاً بھی منہ سے کچھ نہ کہا، صرف ہونٹ پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

''سائرہ کہاں ہیں؟'' انہوں نے چھوٹی بھاوج کے انداز کو حیرت سے دیکھ کر پوچھا۔

''اندر اپنے کمرے میں ہوں گی۔'' ریحانہ نے ہاتھ اٹھا کر اندر کی طرف اشارہ کیا۔ خود واپس اوپر کی جانب

بڑھ گئیں۔
صحن میں داخل ہوتے ہی غیر معمولی خاموشی محسوس کی۔ یہاں وہاں نگاہیں گھما کر سائرہ کو تلاش کیا، جو اس وقت باورچی خانے میں کھڑی دکھائی دیتی تھیں، وہ بھی سنسان پڑا تھا۔
سائرہ بستر پر چت لیٹی کسی گہری سوچ میں گم تھیں، جلال خان چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے، انہیں پھر بھی پتا نہ چلا۔
''کب سے دروازہ بجا رہا ہوں کھولا کیوں نہیں؟'' بیوی کو مزے سے لیٹا دیکھ کر بری طرح سے چڑ گئے، ہاتھ میں پکڑا تھیلا کرسی پر رکھ کر پوچھا۔
''بس کیا کہوں سنائی ہی نہیں دیا۔'' وہ ایک دم ڈر کر اٹھ بیٹھیں۔
''کیوں عقل سے تو پہلے ہی فارغ تھیں، اب کیا سماعت سے بھی عاری ہوگئی ہو'' جلال چڑے ہوئے تھے۔
''آج میری طبیعت بہت خراب ہے۔'' بیوی نے جلدی سے پینترا بدل کر میاں کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی۔
''یہ تو پرانی بات ہے ہر روز کی کہانی میں ذرا ابا جان کو دیکھوں۔'' وہ بیزاری سے بولتے ہوئے باہر نکل گئے۔
''ہونہہ ان لوگوں کے یہ ہی تو ڈھکوسلے ہیں۔ بیوی بستر پر پڑی مر بھی رہی ہوگی تو انہیں کوئی فکر نہیں۔ اب دیکھو پوری بات سنی نہیں اور دوڑ گئے۔'' سائرہ نے دانت کچکچا کر کہا۔ ان کا دل آج بہت بھرا ہوا ہو رہا تھا۔ دن بھر خود کو ملامت کرتے گزر گئی، اب دو گھڑی شوہر کی توجہ چاہ رہی تھیں، وہ بھی نہ ملی تو اندر کی نفرت پھر جاگ اٹھی۔

❁ .... ❁ .... ❁

''السلام علیکم! دادا ابا آپ نے اوپر آنے کی زحمت کیوں کی، مجھے بلا لیا ہوتا؟'' ابرار خان ایک بار پھر پوتی کو دیکھنے اوپر چلے آئے، سفینہ نے جلدی سے دوپٹہ سر پر رکھ کر تمیز سے کہا اور ہاتھ میں تھامے ٹیڈی کو سائیڈ میں لٹایا۔
''وعلیکم سلام! جیتی رہو خوش رہو۔ اب کیسی طبیعت ہے ہماری بچی کی؟'' ابرار خان نے محبت سے پوتی کے سر کو چومنے کے بعد سامنے بچھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
''جی اب تو کافی بہتر ہے، بخار بھی اتر گیا ہے۔'' سفینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔
''تمہاری ممی کہاں ہیں؟'' انہوں نے چاروں جانب نگاہ گھما کر پوچھا۔
''امی اندر کام کر رہی ہیں۔'' اس نے دھیرے سے بتایا۔
''ہم نے سوچا، تمہیں دوبارہ دیکھ آئیں، پہلے آئے تو تم غنودگی میں تھی، شاید دوا کا اثر ہوگا۔'' انہوں نے بتایا تو سفینہ نے سر ہلا دیا۔
''جب سے تمہاری طبیعت خراب ہوئی ہمارا دل نیچے نہیں لگ رہا ہے۔'' انہوں نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔
''دادا ابا! میں ٹھیک ہوں آپ فکر مند نہ ہوں۔ یہ بتائیں اب طبیعت کیسی ہے؟ رات کو جو کھانسی ہو رہی تھی وہ ختم ہوئی یا نہیں؟'' سفینہ نے حد درجہ لگاوٹ سے پوچھا۔
''نہیں بیٹا! جانے کیسی کھانسی ہے جو جان کو لگ گئی ہے۔'' وہ سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کنکھار کر بولے۔
''اوہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا' ایک منٹ رک جائیں۔'' سفینہ بیڈ سے نیچے اتری اور کارنس پر رکھا ہوا سیرپ اٹھا لائی۔

''منہ کھولیں جلدی سے بڑا والا۔'' سفینہ دوا میں موجود چمچے کو بھر کر اپنے دادا کے منہ کے قریب لے گئی اور پیار سے بولی۔

ابرار خان نے پوتی کی محبتوں پر نہال ہوتے ہوئے دوا پی کر جیب میں سے رومال نکال کر منہ پونچھا اور نم آنکھوں سے پوتی کو دیکھتے رہے۔

''کیا ہوا دادا ابا! آپ ایک دم سے چپ کیوں ہوگئے؟'' سفینہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں ہم سوچ رہے تھے کہ تم بالکل اپنی دادی پر گئی ہو وہ بھی اسی طرح سب کا دھیان رکھتی تھیں۔ اچھا ہماری ایک بات یاد رکھنا، زندگی میں چاہے کتنی بھی مشکلات درپیش ہوں تم کبھی اپنے اندر کی اچھائی کو مرنے نہ دینا کیوں کہ چھوٹی سی چھوٹی نیکی بھی، ہمیں بیچ منجھدار میں اکیلا نہیں چھوڑتی طوفان میں پھنسی ہوئی نیا کو ساحل تک ضرور پہنچاتی ہے۔'' انہوں نے پوتی کی جانب امید بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نصیحت کی۔

''میں اپنے دادا ابا سے وعدہ کرتی ہوں کہ ہمیشہ آپ کی امیدوں پر پورا اترنے کی کوشش کروں گی۔'' سفینہ نے ابرار خان کا ہاتھ تھام کر پیار سے اپنے گالوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ارے ابا جان! آپ......؟'' ریحانہ سیب کا جوس تھامے اندر داخل ہوئی تو سر پر سلیقے سے دوپٹہ جما کر بولیں۔

''ممی! یہ جوس دادا ابا کو دے دیجیے۔ میرا ابھی موڈ نہیں ہے۔ میں بعد میں پی لوں گی۔'' سفینہ نے شرارتی انداز میں ماں سے کہا تو ریحانہ نے بیٹی کو گھورتے ہوئے گلاس سسر کی جانب بڑھا دیا۔

✲ ✲ ✲

سائرہ صوفے پر لیٹی ٹی وی دیکھنے میں مگن تھیں، اچانک چارجنگ پر لگا ان کا سیل فون بجنے لگا۔

''اس وقت کس کا فون آگیا؟'' انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے ٹی وی کی آواز کم کر کے، فون اٹھایا، نمبر دیکھ کر ان کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

''ہیلو جی؟'' یس کا بٹن دبا کر سیل فون کانوں سے لگایا۔

''بی بی! ہم بول رہے ہیں آپ کے بابا۔'' دوسری طرف کی کھرکھراتی آواز اور مخصوص انداز گفتگو نے ان کے ہوش اڑا دیئے۔

''کو......کون سے بابا؟'' سائرہ نمبر دیکھ کر پہچان تو گئیں، مگر تصدیق ضروری تھی۔

''ہم ملنگی بابا بول رہے ہیں۔'' اس دفعہ لہجے میں ناگواری در آئی۔

''آپ نے کیوں فون کیا ہے؟'' وہ ایک دم گھبرا کر، آواز دھیمی اور گردن اونچی کر کے باہر نگاہ دوڑائی کوئی دکھائی نہ دیا تو سکون کا سانس لیا۔

''آپ نہ خود آ رہی تھیں، نہ ہی رانی کے ہاتھ باقی پیسے بھیجے تو ہم نے سوچا خود ہی رابطہ کرلیں۔'' انہوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

''مگر میں تو رانی کے ہاتھ سارے پیسے بھجوا چکی ہوں۔ جتنے آپ نے کہے تھے، رانی اس سے بھی کہیں زیادہ مانگ کر لے جا چکی ہے۔'' سائرہ پریشانی میں اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''رانی نے ہمیں سب بتا دیا تھا۔ وہ سارے پیسے آپ کے کام پر ہی خرچ ہو رہے ہیں۔ ہماری جیب میں تھوڑی جا رہے ہیں۔ آپ حاضری کروانے کے پیسے دے چکی ہیں، اب موکل نے آپ کو مشکل سے نکالنے کا حل بتایا ہے اس کو پورا کرنا ہے کہ نہیں؟'' بابا نے بڑی بے مروتی سے جواب دیا۔

”اچھا مزید کتنے پیسے خرچ ہوں گے؟“ سائرہ نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا، وہ اب اس چکر سے خوف محسوس کرنے لگی تھیں۔
”اس میں تقریباً تیس ہزار روپے کا خرچہ آرہا ہے“ وہ بڑی رکھائی سے بات کررہے تھے۔
”اوہ میرے اللہ مگر میرے پاس تو اتنے سارے پیسے نہیں ہیں۔“ سائرہ نے بھی صاف لہجے میں بتادیا۔
”آپ کو کوئی نہ کوئی انتظام کرنا ہی پڑے گا۔ اب تو میں اس عمل کی تیاری کرچکا ہوں۔“ بابا نے دھمکی دی۔
”بابا! میری بات سنیں۔“ ”میں نے تو آپ سے جو عمل کروانا تھا وہ کروالیا، اب مزید کی ضرورت باقی نہیں ہے۔“ سائرہ نے لہجے میں نرمی سموئی۔ وہ ان سے خوف زدہ بھی تھی۔
”بی بی! ہمیں پتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں آپ بس پیسوں کا انتظام کرکے رکھیں۔ اور لے کر علاج گاہ پہنچ جائیں، ہمیں دوبارہ کال کرنے کی زحمت نہ ہو۔“ ان کا دھمکاتا لہجہ سائرہ کے ہوش اڑا لے گیا۔ لائن کٹ جانے کے باوجود وہ کافی دیر تک فون کو گھورتی رہیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

”میرے مالک کیسی پتھر دل عورت سے واسطہ پڑا ہے۔“ جلال خان کمرے میں داخل ہوتے ہی بیوی پر برس اٹھے۔ ان کے پیچھے فائز بھی کھڑا تھا، جس کی شکایتی نگاہیں ماں پر ٹکی ہوئی تھیں۔
”کیا ہوا اب میں نے کیا کردیا؟“ سائرہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔
”تم ایسا کیسے کرسکتی ہو؟“ انہوں نے چیخ کر کہا تو سائرہ کے ہاتھ سے تھالی چھوٹ کر دور جاگری، جس میں وہ مونگ کی دال چن رہی تھیں۔
”اف کہیں ان دونوں کو کو ملکی بابا والی بات تو پتا نہیں چل گئی۔“ سائرہ اندر ہی اندر کپکپانے لگی۔
جلال! ک...... کیا...... ہوا...... ہے؟“ انہوں نے اٹک اٹک کر پوچھا، دل کا چور بری سے طرح سے خوف زدہ ہوا۔
”کب سے سفی کی طبیعت خراب ہے، تم نے مجھے بتانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی، وہ تو میں ابا جان کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ سفینہ کو کافی تیز بخار چڑھا ہوا ہے۔“ انہوں نے غصے سے بیوی کو گھورا تو سائرہ کی جان میں جان آئی۔
”ویسے تو تم خود بھی بیمار تھی مگر اچانک ہی ایک دم ٹھیک ہوگئی ہو۔“ جلال نے بظاہر ہمدردی سے زمین پر بیٹھ کر سائرہ کا ماتھا چھو کر کہا، جو گری ہوئی مونگ کی دال اٹھانے کی کوشش کررہی تھیں۔
”ہاں میں نے دوا لے لی تھی، اس لیے بہتر محسوس کررہی ہوں اور اس وقت سفی۔ کا بتانے والی ہی تھی مگر آپ فوراً ہی ابا جان کے کمرے میں چلے گئے۔“ سائرہ نے اب اعتماد سے شوہر کی جانب دیکھ کر جواب دیا۔
”چھوڑو یہ فائز اٹھالے گا۔ جلال نے اپنی غلطی پر سر ہلایا اور سہارا دے کر کھڑا کیا۔
”سفینہ کی طبیعت کا پتا بھی کیا؟“ فائز نے دھیرے سے پوچھا۔
”میں کافی دیر دوپہر میں اوپر بیٹھ کر آئی ہوں، بچی کو بہت تیز بخار تھا، میں نے تو خود ہی ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھیں۔“ انہوں نے بلاوجہ کی صفائی دی، شاید اپنے دل کا چور تھا۔
”مما کو سفینہ سے اتنی ہمدردی۔ حیرت کا مقام ہے لگتا ہے میری مشکلیں ختم ہونے والی ہیں۔“ فائز بھی ماں کے انداز پر چونکا۔
”آپ بھی جاکر اسے دیکھ آیئے۔“ سائرہ نے شوہر کو مسلسل خود کو گھورتے پایا تو جلدی سے وہاں سے بھگانا چاہا، بابا کی کال آنے کے بعد سے ان کی جان نکلی ہوئی تھی۔

”ابھی تو میں ابا جان کو مسجد چھوڑنے جا رہا ہوں، واپسی میں اوپر جاؤں گا۔“ جلال خان نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

”یہ دال تو اب استعمال کے قابل نہیں۔ میں چھت پر چڑیوں کو ڈال کر آتا ہوں؟“ فائز کا دل سفینہ کو دیکھنے کے لیے مچلے جا رہا تھا، اسے بروقت بہانہ سوجھا۔

”ہاں ٹھیک ہے میں دوسری چن لوں گی یہ تم چھت پر ڈال آنا۔“ سائرہ نے بیٹے کو کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے مما!“ وہ خوشی خوشی تھالی اٹھا کر باہر نکلنے لگا۔

”فائز! ایک منٹ بات سننا۔“ سائرہ نے شیریں لہجے میں پیچھے سے پکارا۔

”جی مما! کیا ہوا؟“ فائز نے سعادت مندی دکھائی۔

”یہ لو پیسے سفینہ کے لیے جلدی سے اچھا والا جوس اور کچھ فروٹ لے آؤ اور جا کر اپنی چاچی کو دے آنا۔“ سائرہ نے پیار سے اس کے بال بگاڑتے ہوئے پانچ سو کا نوٹ تھمایا۔

”جی مما!“ وہ حیرت سے مرجانے والا ہوا پھر جلدی سے باہر نکل گیا کہیں ماں کا ارادہ نہ بدل جائے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

”اماں! کیا یہاں رانی ہے ابھی یا کام کر کے چلی گئی؟“ سائرہ نے کمرہ بند کر کے ماں کو فون گھمایا۔

”واہ بیٹا! اتنے دنوں بعد فون کیا اور ماں کی خیریت پتا کرنے کی جگہ اس موئی نوکرانی کو پوچھ رہی ہو۔“ دلشاد بانو نے بیٹی کو چھوٹتے ہی جلی کٹی سنائی۔

”اماں جی! میری اس سے بات کروا دیں، بہت ضروری کام ہے۔“ سائرہ نے اپنے لہجے میں نرمی سموتے ہوئے کہا، وہ ماں کو سب کچھ بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

”اچھا ٹھیک ہے اسے بلاتی ہوں مگر فون نہ رکھنا۔ مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔“ دلشاد بانو نے بچوں کی طرح ضد کی اور اشارے سے نوکرانی کو پاس بلا کر فون پکڑایا۔

”جی باجی! خیر تو ہے؟“ رانی نے خوش اخلاقی دکھائی۔

”رانی، کمبخت ماری تم نے مجھے کہاں پھنسا دیا ہے؟“ سائرہ اس کی آواز سنتے ہی گرج اٹھیں۔

”ہائے ایسا کیا ہو گیا جو مجھ پر برس رہی ہو۔“ رانی نے معصوم بن کر پوچھا، حالانکہ وہ سب کچھ جانتی تھی۔

”تمہارے اس بابا کا فون آیا تھا مجھ سے مزید تیس ہزار مانگ رہے ہیں۔ میرے پاس اب ایک روپیہ نہیں ہے۔ میں کہاں سے اتنے سارے پیسے دوں گی۔“ سائرہ رو دینے کو ہوئیں۔

”باجی! یہ خرچ تو کرنا پڑے گا آخر تمہارا کام بھی تو ہو رہا ہے۔“ اس نے ساری بات سن کر بے مروتی سے جواب دیا۔

”مگر مجھے مزید کوئی عمل نہیں کروانا ہے۔“ سائرہ زچ ہو کر بولیں۔

”بھئی عمل تو پورا کروانا ہوگا۔ بابا بیچ میں چھوڑ دیں گے تو الٹا ان پر بھی بھاری پڑے گا۔“ رانی نے پریشانی سے کہا۔

”عمل پورا ہونے تک جانے وہ مزید کتنا خرچہ مانگ لیں۔ میں پیسوں کا انتظام کہاں سے کروں؟“ سائرہ نے دانت پیس کر کہا، اگر رانی سامنے ہوتی تو وہ اسے ایک جھانپڑ رسید کر کے دل کی بھڑاس نکال لیتیں۔

”باجی جی یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے اچھا تم اماں سے بات کرو وہ بار بار فون چھیننے جا رہی ہیں۔“ رانی دلشاد کو فون تھما کر وہاں سے اٹھ کے چل دی۔

”اس سے تو اماں کے گھر جا کر نمٹوں کی کمینی عورت۔“ سائرہ نے دانت پیس کر سوچا۔

سائرہ کو پہلے ملنگی بابا نے عمل کرانے کے لیے کم پیسے بتا کر دانہ ڈالا، جب وہ دام میں گرفتار ہوگئیں تو، کچھ عرصے میں بہانے بہانے سے رانی کے زریعے مزید پیسے کھینچتے رہے۔ سائرہ نے شوہر سے چھپ چھپ کر ماں کے یہاں جا کر یہ پیسے رانی کے زریعے بابا کو بھجوائے۔

رانی پہلے ہی لوگوں کا سارا مسئلہ پتا کر کے بابا کو آ کر بتا دیتی پھر جب وہ ان بے وقوف عورتوں کو وہاں کے کرجاتی تو بابا کے منہ سے اپنے مسائل کا سن کر جھوم اٹھتی اسے ان کی کرامات سمجھتیں، اسی وجہ سے بابا کو اپنا اعتقاد قائم کرنے میں آسانی رہتی، سائرہ اور دلشاد بھی ایک ایسا ہی شکار تھیں۔ بشیر احمد۔ لوگوں کی نفسیات سے کھیلتا تھا اور لوگ اس کے ہاتھوں کا مہرہ بنے رہتے۔

ملنگی بابا نے اپنے آستانے کا اتنا بھاری بھرکم نام بھی، لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے رکھا تھا' وہاں ہر کام بڑے سائنٹفک طریقے سے ہوتا، وہاں جانے والے ہر کلائنٹ کا نام، پتا اور کیس ہسٹری ایک رجسٹر میں باقاعدہ نوٹ کی جاتی، ان لوگوں کے ایڈریس اور کانٹیکٹ نمبر بھی لکھ کر رکھ لیے جاتے جس کے زریعے گھر بیٹھ جانے والوں یا دوبارہ آستانے پر نہ آنے والوں سے خود ہی رابطہ کرلیا جاتا۔ یہ ہی سائرہ بانو کے ساتھ ہوا۔

ریحانہ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں، سفینہ کی طبیعت کی وجہ سے سارے کام ادھورے پڑے رہ گئے۔

فائز نے اندر جا کر پہلے چاچی کو پھلوں کا شاپر پکڑایا پھر جوس کے پیکٹ لے کر سفینہ کے روم میں چلا گیا۔

”ہیلو میما! ایک دن میں کیا حال بنالیا ہے؟“ فائز اندر داخل ہوا اور اس کی اتری صورت دیکھ کر پریشانی سے کہا۔

”کیا ہوگیا ہے، میں بالکل ٹھیک ہوں لگتا ہے آپ سب مل کر مجھے بیمار کردیں گے۔“ وہ ایک ہی قسم کی باتیں سن سن کر اب بیزار ہوگئی۔

”سچ سچ بتاؤ سفینہ......! تمہیں ہوا کیا تھا؟ کیا کسی چیز سے ڈر گئی تھی؟“ فائز نے اس کے غصے کو نظر انداز کیا۔

”اسے کیا بولوں مجھے تو خود نہیں پتا کہ دوپہر میں کیا ہوا تھا؟ وہ سب خواب تھا یا حقیقت۔“ فائز کی فکر مند شکل دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔

”تم کچھ بولتی کیوں نہیں ہو؟“ فائز نے سے کھویا کھویا سا دیکھا تو بستر پر نزدیک بیٹھ کر محبت سے ہاتھ تھام کر بولا۔

”سفینہ! اگر تم نے مجھے سب کچھ نہیں بتایا تو میں تمہیں ابھی گود میں اٹھا کر گاڑی میں ڈال کر ہاسپٹل لے جاؤں گا اور ڈاکٹر سے کہوں گا اس لڑکی کو سب سے موٹا والا انجکشن لگادیں یہ بیمار پڑ کر میری جان نکالے دے رہی ہے“ فائز نے شرارتی انداز اپنانا چاہا، مگر ناکام رہا، اس کی نم آنکھیں فکر مند چہرہ سفینہ کے دل کو چھو ہوا۔

”کیسی باتیں کررہے ہو۔ میں کس چیز سے ڈروں گی؟ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ بس کالج میں ایک دم تیز بخار چڑھ گیا، سر چکرانے لگا۔ اتفاق سے وین بھی راستے میں خراب ہوگئی تو تھوڑا فاصلہ بھری ہوئی بس میں۔ طے کرنا پڑا۔ گھر آنے کی بہت جلدی تھی اس لیے زرا تیز چل رہی تھی اس لیے سانس پھول گیا اور مجھے عجیب طرح کے۔ وہم ستانے لگے......“ سفینہ نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر جواب دیا۔

”وسچ بولو تو اس کے علاوہ کوئی بات نہیں؟“ فائز اس کی رگ رگ سے واقف تھا، مشکوک نظروں سے گھور کر بولا۔

”فائز! وہ رات میں دوبارہ ایک ہارر مووی دیکھ لی تھی نا“ اس نے نظریں چراتے ہوئے جرم کا اقرار کیا۔

''سفی! میں نے کتنی بار منع کیا ہے مگر تم سنتی ہی نہیں ہو۔ بلاوجہ ڈراؤنی فلمیں دیکھ لیتی ہو اور پھر خود پر سوار کرلیتی ہو۔ پہلے بھی تم ایک بار ایسے ہی خوف زدہ ہوچکی ہو۔''
فائز نے دانت کچکچا کر سفینہ کے ہاتھ پر اپنا دباؤ بڑھایا۔
''پلیز، پرامس کرو۔ کسی کو یہ بات بتاؤ گے نہیں ورنہ میری خیر نہیں ہوگی۔'' سفینہ نے اتنی معصومیت سے آنکھیں پٹ پٹا کر کہا کہ فائز کا دل اس پر ایک دم فدا ہوگیا، مسکرا کر اس کی چھوٹی سی ناک کو انگلی سے چھوا۔
''کوئی آرہا ہے۔ شاید۔'' اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی تو سفینہ نے گھبرا کر دروازے کی جانب دیکھا، فائز تھوڑا سنبھل کر سائیڈ میں رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔

❁.......❁.......❁

ملکی بابا جن کا اصل نام بشیر احمد تھا، زندگی نے اب تک جو کچھ بھی اس کے ساتھ کیا، اس میں بس یہ ایک کسر باقی رہ گئی تھی کہ وہ سڑکوں پر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگنے لگے، وہ غربت زدہ علاقے کا رہائشی تھا، ایک فیکٹری میں کام کرتا، جس سے بڑی مشکل سے گھر کا دو وقت کا چولہا جل پاتا، اس پر یہ آفت ٹوٹ پڑی، کہ ایک دن بغیر کوئی وجہ بتائے اسے نوکری سے نکال دیا گیا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا، اسے فکر ہوئی کہ اب اپنے ساتھ پانچ دوسری جانوں کا پیٹ بھرنے کا سامان کیسے کرے؟ ان حالات میں، بشیر کی بیوی شہزادی نے بڑے بنگلوں میں جا کر کام کرنا شروع کردیا، جس پر بشیر کا دل خون کے آنسو روتا۔
بہت سوچ بچار کے بعد بشیر نے بڑی مشکلوں سے قرض ادھار پکڑ کر گھر کے بیرونی کمرے کا دروازہ کھول کر وہاں روزانہ استعمال کی اشیاء خرید وفروخت کی چھوٹی سی ایک دکان جمائی، بشیر کے اچھے اخلاق کی وجہ سے دکان چند دنوں میں ہی چلنے لگی، معاملات سدھرنے لگے، گھر میں خوشحالی آنے لگی، اب شہزادی ڈھیرے ڈھیرے قرض اتارنے لگی، بشیر نے بھی ساتھ ساتھ دکان میں مزید سامان ڈلوا کر کام بڑھایا۔ مگر اسی محلے میں قائم ایک اور پرانی دکان کے مالک فضل خان کو یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھائی، کیوں کہ اب پورا محلہ اور اس کے پرانے گاہک بشیر احمد کی دکان سے سامان خریدنے لگے تھے، تو وہ مکھیاں مارتا رہتا۔ اس نے ایک ہیروئنچی کو پیسے دے کر بشیر کے خلاف ایک سازش کی۔
چاردن کی چاندنی پھر اندھیری رات کے مصداق ایک رات دکان میں ایسی آگ لگی کہ سارا سامان جل گیا ساتھ ہی آگ کے شعلے اس کے گھر میں بھی داخل ہوگئے، جس کی لپیٹ میں اس کی بڑی لڑکی نوشابہ جو سولہ سال کی تھی بری طرح سے جل گئی، اور چار دن کے صحیح علاج معالجہ نہ ہونے کی وجہ سے مرگئی۔
اس کی سوچوں میں پہلی بار یہ بات اچھل کے سامنے آئی کہ.. غریب آدمی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے، اس سے بہت بہتر ہے کہ.. انسان یا تو مرجائے.. یا پھر غربت کو کسی بھی طرح مٹادے۔
وہ کچھ سوچ کر ایک بنگالی عامل کے پاس جانے لگا، چار سال اس کے ہر عمل کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ بنگالی بابا، بشیر کی خدمت سے بہت خوش ہوا اور اسے اپنا بیٹا ماننے لگا، ایک دن جب اچانک ہارٹ اٹیک کی وجہ سے عامل مرگیا تو بشیر نے اس کے آستانے پر قبضہ جمالیا اور ملکی والا بابا بن کر بیٹھ گیا۔ اس کا کام چل پڑا۔ وہ عورتوں کی نفسیات سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ اسی انداز میں معاملات طے کرتا۔ اب اس کے پاس اپنا گھر گاڑی سب کچھ تھا، بچے اچھے اسکولوں میں زیر تعلیم تھے۔ مگر آستانے پر وہ ایک نئے بہروپ کے ساتھ بیٹھتا۔

❁.......❁.......❁

''ارے بھئی ہماری بیٹی کو کیا ہوگیا؟'' بہزاد اور جلال دونوں بھائی ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ جلال خان نے

سفینہ کا ماتھا چوم کر محبت سے پوچھا، وہ نقاہت سے مسکرادی۔
"بھائی جان! یہ لڑکی بالکل کچھ نہیں کھاتی ہے اسی لیے تو ایک دم چکرا گئی۔" ریحانہ نے جیٹھ سے بیٹی کی شکایت لگائی۔
"جی بھائی! آپ زرا، اپنی لاڈلی کی صحیح سے خبرلیں۔" بہزاد نے مسکرا کر کہا۔
"ہونہہ تو یہ بات ہے، بس اب میں تمہاری کوئی شکایت نہ سنوں، تم روزانہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گی۔" جلال خان نے بھتیجی کو پیار بھری جھاڑ پلانے کے بعد تاکید کی۔
سفینہ اتنی خالص محبتیں وصول کرتے ہوئے خوش ہوگئی۔

❁......❁......❁

ایک طویل عرصے جلال خان نے بیوی کو خود سے لے جاکر ان کی من پسند ڈھیر ساری شاپنگ کروائی، شوہر کی اتنی سی توجہ پا کر وہ کھل اٹھیں، ایسا لگا جیسے تپتے صحرا میں چاندنی کی نرمی پھیل گئی ہو اپنی خوشیوں میں مگن ہو کر وہ بابا والی بات بھول چکی تھیں، اتفاق سے ماں کی طرف جانا بھی نہیں ہو پایا کہ رانی سے کوئی بات ہو پاتی،
"ابھی تو یہ آسمانی اور سرمئی سوٹ سلوا لیتی ہوں باقی بعد میں سلنے دوں گی۔" سائرہ نے مسرور ہو کر اپنے سامنے پھیلے ہوئے چار قیمتی شیفون کے جوڑوں میں سے دو کا انتخاب کیا، باقی تہہ کر کے وارڈ روب میں رکھ دیے۔ ان کا آج شام کو درزی کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ اچانک بیگ میں رکھا سیل فون بجا، انہوں نے جلدی سے فون نکالا۔
"ہیلو۔" نمبر دیکھے بناء بے فکری سے کال ریسیو کی۔
"ہاں بی بی! ہم بات کر رہے ہیں، ملکی بابا، تم نے جواب نہیں دیا نہ ہی پیسے بھجوائے۔" وہ ہی کھرکھراتا ہوا لہجہ، ان کا دل ڈوب گیا۔
"جی بابا! میں نے بتایا تو تھا کہ اب کوئی عمل نہیں کرانا۔" سائرہ تھوڑا چڑ گئیں۔
"اچھی زبردستی ہے بھئی یہ تو پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔" انہوں نے دل ہی دل میں بابا کو کوسا۔
"اب کچھ نہیں ہوسکتا یہ عمل تو مکمل کروانا ہی ہوگا۔ جتنی دیر ہوگی، سمجھو کام اتنا خراب ہوتا جائے گا۔" ان کا لہجہ سخت اور دھمکی دیتا ہوا سا تھا۔
"بابا! میرے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے، میں آپ کو تیس ہزار کہاں سے دوں۔" وہ گھبرا کر بولیں۔
"تمہارے کانوں میں جو سونے کے جھمکے اور ہاتھوں میں کنگن ہیں وہ بیچ کر ہمارے پیسے ادا کردو۔ زیور کا کیا ہے۔ پھر بن جائے گا مگر یہ عمل بیچ میں ادھورا چھوڑ دیا تو بہت تباہی مچے گی۔" بابا نے اس انداز میں کہا کہ سائرہ کپکپا کر رہ گئیں۔
"جی......" پریشانی کے مارے ان کے منہ سے آواز نہ نکلی۔
"امید ہے کہ پیسے پہنچ جائیں گے۔ اب ہمیں دوبارہ فون نہیں کرنا پڑے۔" بابا نے قطعیت سے بولتے ہوئے لائن کاٹ دی۔
سائرہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ انہیں اب صورتِ حال کی سنگینی کا کچھ اندازہ ہوا۔ وہ سمجھ گئیں کہ انہوں نے خود سے ایک بڑی مصیبت کو دعوت دی ہے۔

❁......❁......❁

سائرہ ایک نئی پریشانی اور خوف میں مبتلا ہو گئیں۔ انہیں لگا جس بات کو وہ اتنا آسان سمجھ رہی تھیں وہ اتنی بھی آسان

نہیں، بری طرح سے اس بابا کے چکر میں پھنس چکی تھیں مگر کہتیں بھی تو کس سے۔
نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، کے مصداق وہ عامل اور ان کے موکلوں کے چکر میں الجھتی چلی گئیں۔ چاہے ملکی بابا سے کوئی فائدہ نہ پہنچا ہو مگر سائرہ کو وہاں سے اس قسم کی یقین دہانیاں کرائی جاتی رہی کہ جو بھی وقوع پزیر ہوتا ہے۔ بابا کے موکلوں کی طاقت سے۔ آہستہ آہستہ اسی وجہ سے سائرہ کا ذہن اس طرح کا بن گیا کہ انہیں لگتا کہ یہ سب بابا کے عملیات کی مرہون منت ہے۔ رانی بھی اس معاملے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بناتی اور ہر دفعہ ایک نئی امید باندھ کر مزید پیسے نکلواتی، سائرہ نے ایک بار پھر ماں کے گھر جا کر رانی سے بات کرنے کا سوچا، اچانک دلشاد کا روتا دھوتا فون آ گیا۔ سائرہ دل تھام کر بیٹھ گئی۔

❁......✿......❁

''کیا ہوا اماں! اچانک اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلوایا خیر تو ہے؟'' سائرہ نے گھر میں گھستے ہی ماں کے کمرے کی جانب دوڑ لگا دی۔
''سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ہائے رے میں اکیلی رہ گئی۔'' دلشاد بانو جو اپنے بیڈ پر سر پیہواڑے چپ چاپ بیٹھی تھیں بیٹی اور نواسے کو دیکھتے ہی بلک بلک کر روتے ہوئے بولیں۔
''نانی! کیا ہو گیا کیوں اتنا رو رہی ہیں اب کون چھوڑ کر چلا گیا؟'' فائز نے خود سے چمٹ کر روتی ہوئی دلشاد بانو کے آنسو پونچھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔
مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر روئے جا رہی تھیں۔ ماں کی حالت پر سائرہ کا ماتھا ٹھنکا،
''رانی...... اے...... رانی کہاں ہو؟'' سائرہ نے پورے گھر میں گھوم گھوم کر نوکرانی کو آواز دے ڈالی، مگر وہ کہیں دکھائی نہ دی۔
''اچھا ہوا آپ آ گئیں کل سے اماں کی حالت بہت خراب ہے''۔ بتول نے سائرہ کے برابر میں کھڑے ہوتے ہوئے بتایا، انہوں نے اوپر سے فائز کی گاڑی گھر کے باہر کھڑی دیکھی تو اندر والی سیڑھی سے اتر کر صحن میں داخل ہو گئیں۔
''کیا ہوا، آپا! سب خیریت تو ہے اماں نے صبح صبح روتے ہوئے ایسے فون کیا کہ میری جان ہی نکل گئی، فوراً فائز کو گاڑی نکالنے کا کہا اور بھاگتی دوڑتی یہاں چلی آئی۔'' سائرہ نے بتول کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔ فائز نانی کو تھامے باہر نکل آیا اور تخت پر بٹھا دیا۔
''پتا نہیں آپ کی نوکرانی ایک ہفتے کی چھٹی لے کر گئی تھی، اسے کل آنا تھا مگر وہ لوٹی ہی نہیں۔'' بتول نے رسانیت سے کہا۔
''او مجھے کیوں نہیں بتایا اب اکیلے کیسے رہ رہی ہوں گی۔'' سائرہ نے ماں سے شکوہ کیا۔
''خیر خالہ کو ایک دن بھی اکیلا تو نہیں چھوڑا۔ دن بھر ہم سب چکر لگاتے رہتے، رات کو میری چھوٹی والی اماں کے ساتھ سو رہی تھی۔'' بتول نے بتایا تو سائرہ نے سکون کی سانس لی۔ فائز نانی کے کاندھے دبانے میں لگ گیا۔ دلشاد بانو اب خاموش ہو کر سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں۔

❁......✿......❁

''ممی! میرا سوٹ سل گیا یا نہیں؟'' سفینہ نے پیار سے ماں سے پوچھا، جو سلائی مشین کے سامنے تخت پر کپڑا پھیلائے کسی سوچ میں گم تھیں۔
''بیٹا! قمیص سی تو دی ہے مگر جانے کیوں مجھے لگ رہا ہے تم نے میگزین سے ڈھونڈ کر جو ڈیزائن دکھایا تھا یہ ویسا نہیں

بن سکا ہے۔" ریحانہ کی نگاہیں تخت پر پھیلی ڈیپ ریڈ شرٹ پر تھیں، جس پر بلیک یوک لگایا گیا تھا، بیچ میں بلیک بٹن ٹانکے گئے تھے۔

"ارے، نہیں آپ نے تو میرے بتائے ہوئے ڈیزائن سے بھی زیادہ اچھی شرٹ سی دی ہے۔" سفینہ نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"میں جانتی ہوں تم صرف میرا دل رکھنے کے لیے یہ بات کہہ رہی ہو" ریحانہ نے متفکر انداز میں بیٹی کے چہرے کو دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، میں اپنے کالج کے فنکشن میں یہ سوٹ ہی پہنوں گی۔" سفینہ نے ماں کے برابر میں بیٹھ کر کہا۔

"چلو ٹھیک ہے تم ایسا کرو جا کر فٹنگ چیک کرو، میں اس کا پاجامہ سی دیتی ہوں۔" انہوں نے رسان سے کہتے ہوئے شرٹ بیٹی کو تھمائی۔

اوکے میں ابھی چیک کر کے بتاتی ہوں۔" سفینہ ہنستی ہوئی اندر کی جانب دوڑی۔

"میرے اللہ یہ سفینہ والا مسئلہ تو میرے گلے میں ہی اٹک گیا، ہر وقت دماغ ادھر ہی لگا رہتا ہے اب کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ بھابھی کو باتیں بنانے کا موقع مل جائے اسی لیے آج کل سارے کام الٹے ہو رہے ہیں۔" ریحانہ سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

❁......❁......❁

"آپا! سچ کہوں، اس نفسا نفسی کے دور میں آپ جیسے لوگوں نے ہی انسانیت پر یقین قائم رکھا ہے۔" سائرہ نے نم آنکھوں سے بتول کو دیکھ کر کہا۔

"توبہ کرو میں تو بہت گناہ گار ہوں، بس اماں خود میری بچیوں سے اتنا پیار کرتی ہیں۔ میں بھی اسکول میں ہوتی ہوں تو پیچھے سے ان تینوں کی فکر نہیں رہتی کہ اکیلی ہوں گی، اماں کی وجہ سے بہت سہارا مل گیا ہے۔" بتول نے مسکرا کر سائرہ کا ہاتھ تھام کر بتایا۔

"اُفوہ جذباتی خواتین، رانی والی بات تو پوری کر دیں۔" فائز نے ان دونوں کو افسردہ دیکھا تو ذہن بٹانے کے لیے کہا۔

"جہاں دنیا میں برے لوگ ہیں، وہیں اچھے لوگوں کی بھی کمی نہیں۔" فائز نے مسکرا کر بتول خالہ کو دیکھ کر سوچا۔ جن کی وجہ سے اس کی نانی کو کتنا سہارا مل گیا۔

"چائے......گرم چائے گرم۔" بتول کی چھوٹی بیٹی منیرہ شور مچاتی اوپر سے ٹرے میں چائے بسکٹ لے کر آ گئی۔

"میں کل سے نانی کے دیئے ہوئے نمبر پر ٹرائی کر رہی ہوں مگر سیل سوئچ آف جا رہا ہے۔" منیرہ نے ان لوگوں کو چائے پیش کرتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"اماں کو جب یہ بات پتا چلی، بیچاری روئے جا رہی ہیں، کہتی ہیں کہ سب مجھے چھوڑ کر چل گئے۔" بتول نے دلشاد کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا جو چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھا رہی تھیں، ان کی حالت اب پہلے سے کافی بہتر تھی۔

"گڑیا! چائے تو بہت اچھی بنائی ہے۔" فائز نے پندرہ سالہ منیرہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر تعریف کی۔

"شکریہ بھائی! مگر یہ چائے میں نے نہیں، بلکہ شرمیلا آپی نے بنائی ہے۔" منیرہ نے معتبر بنتے ہوئے سر اٹھا کر کہا۔ فائز کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اے بتول! شرمیلا کو تو بلاؤ اتنی پیاری بچی ہے، میری ایک آواز پر دوڑی چلی آتی ہے۔" دلشاد نے پہلے پاس کھڑی کرائے داری کو دیکھ کر کہا پھر بیٹی کی طرف رخ پھیر کر تعریف کی۔

''منیرہ جا کر ذرا آپی کو تو بلا لاؤ۔'' بتول نے چھوٹی بیٹی کو کہا تو وہ اٹھ کر اوپر کی جانب چل دی۔
''رانی کا کوئی پتا ہے میں اس کے گھر چلا جاتا ہوں۔'' فائز نے تجویز پیش کرتے ہوئے چوڑی پیشانی پر انگلی پھیری۔
''ہاں یہ بات ٹھیک ہے آپ لوگوں کے پاس اس کا شناختی کارڈ تو ہوگا؟'' بتول نے فائز کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے پوچھا۔
''لو وہ اتنے سالوں سے یہاں کام کر رہی تھی، ہم نے کبھی کچھ مانگا ہی نہیں۔'' دلشاد نے ناگواری سے جواب دیا۔
''یہ تو غلط بات ہے آج کل جس طرح کے حالات ہیں۔ گھر میں کام کرنے والے ملازم کا شناختی کارڈ یا مکمل نام پتا لکھ کر رکھنا چاہیے۔'' بتول نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔
''مجھے تو بس یہ پتا ہے کہ وہ پرلی طرف جو غریبوں کی بستی آباد ہے، وہیں سے آتی تھی۔'' دلشاد بانو نے لاچاری ظاہر کی۔
''او وہاں تو ہزاروں گھر ہوں گے ایسے کیسے ڈھونڈا جائے، خیر آپ پریشان نہ ہوں میرا ایک دوست پولیس میں ہے۔ اس سے بات کرتا ہوں۔'' فائز نے نانی کو اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی۔ سائرہ نے پریشان کن نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا۔
''آداب۔'' شرمیلا نے اندر داخل ہوتے ہی ماتھے تک ہاتھ لے جا کر کہا۔
''تسلیم۔'' فائز نے شرارتی انداز میں جواب دیا۔
''یہ آپ کی بڑی بیٹی ہے ماشاءاللہ چاند کا ٹکڑا ہے۔'' سائرہ شرمیلا کو دیکھتی رہ گئیں، انہیں امید نہیں تھی کہ عام سی شکل و صورت رکھنے والی بتول کی بیٹی اتنی حسین و جمیل ہوگی،، گھنے سیاہ بالوں کی موٹی چوٹی، سرخ و سفید رنگ، ستواں ناک، پنکھڑی جیسے لب، نرم اور لچکیلا جسم اس پر سرمئی سحر انگیز آنکھیں وہ اسے ایک ٹک دیکھے چلی گئیں۔ فائز البتہ نارمل رہا، اس نے پہلی نگاہ کے بعد دوسری نظر بھی نہ ڈالی بلکہ منیرہ کے ساتھ باتوں میں لگ گیا۔

''کیوں بھئی آج ہماری بیٹی کا موڈ کچھ خراب لگ رہا ہے۔'' بہزاد خان نے خاموشی سے سر جھکائے نوٹس بناتی سفینہ کو دیکھ کر پوچھا۔
''کچھ نہیں بابا! کل ٹیسٹ ہے۔ بس تیاری کر رہی ہوں۔'' اس نے آہستگی سے باپ کو جواب دیتے ہوئے بک پر نگاہیں ٹکا دیں۔
''بیٹا! ٹیسٹ تو آپ کے پہلے بھی ہوتے رہے ہیں مگر چہرے پر پھیلی اداسی بتا رہی ہے کہ کوئی اور بات ہے۔'' بہزاد خان نے نرمی سے کہا، وہ خاموش طبع مگر نرم مزاج رکھتے تھے۔ صرف اپنے گھر والوں سے ہی نہیں بلکہ ہر ایک سے محبت کرنے والے انسان تھے۔
ریحانہ کمرے میں داخل ہوئیں تو، بہزاد نے بیٹی کے موڈ آف ہونے کا ذکر ان سے بھی کیا تو وہ پھٹ پڑیں۔
''تو کیا کروں مہارانی اپنے گھر سے زیادہ نیچے والوں کے لیے ہلکان ہوتی رہتی ہیں۔'' بیٹی کو گھورتے ہوئے بولیں۔
''ممی! میں نے کیا کیا ہے؟'' سفینہ کا چہرہ مزید اتر گیا، اس نے دھیرے سے کہا۔
''کوئی مجھے بھی بتائے گا کہ ہوا کیا ہے؟'' بہزاد نے باری باری دونوں کو گھورا پھر چڑ کر بولے۔
''منہ نہ پھلاؤ، جاؤ کچن میں جا کر اپنے تایا ابا کے لیے جو دل چاہے بناؤ اور دے آؤ۔'' ریحانہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بیٹی کو گھورتے ہوئے بولیں۔
''بس اب تم دونوں میں سے کوئی کچھ نہیں بولے گا، پہلے مجھے بتاؤ کہ کیا بات ہے؟'' بہزاد نے ان دونوں کے بیچ میں

کھڑے ہو کر سینز فائر کرنا چاہا۔
''نہیں بابا! کوئی خاص بات نہیں' بس ایسے ہی۔'' سفینہ زبردستی مسکرائی۔
''لیکن بیٹا' کچھ تو بات ہوئی ہے؟'' وہ تھوڑا پریشان ہو کر بولے۔
''آج بڑے کا گوشت بنایا ہے۔ اتفاق سے بھابھی بھی میکے گئی ہوئی ہیں۔ اب سفی کو بھائی جان کے کھانے کی فکر ہو رہی ہے کہ انہیں تو گائے کا گوشت کھانا منع ہے اب کیا کھائیں گے؟ بس بہت دیر سے میرا سر کھا رہی تھی۔ میں نے ڈانٹ لگا دی تو منہ پھول گیا۔'' ریحانہ نے چڑ کر تفصیل بتائی۔
''یہ بات تو سچ ہے سفی! آپ کچھ اور بنا کر نیچے دے آتیں......'' انہوں نے سر ہلا کر بیٹی کی جانب دیکھا۔
''بابا! ممی جب کھانا بنا رہی تھی تو میں نے اسی وقت یہ بات کہی کہ آج کچھ اور بنائیں تائی اماں نانی کی طرف گئی ہوئی ہیں شاید دیر ہو جائے مگر......'' سفینہ نے ماں کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔
''ہوں تو یہ بات ہے ریحانہ آپ کبھی کبھی بہت زیادہ زیادتی کر جاتی ہیں۔'' بہزاد ساری بات سمجھ کر بیوی کو گھورتے ہوئے افسوس سے سر ہلانے لگے۔
''توبہ باپ بیٹی کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹک گئی ہے۔ اب مجھے کیا پتا تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔'' وہ ماتھا پیٹ کر بولیں۔
''بیٹا! ایسا کرو۔ آپ جلدی سے بھائی جان کے لیے کچھ اور بنا لو انہیں کہیں بھوک نہ لگ رہی ہو۔'' بہزاد کو ایک دم بھائی کی فکر ہوئی، عجلت میں مشورہ دیا۔
''بابا! آپ اتنا پریشان نہ ہوں میں نے دادا ابا کی فرمائش پر مونگ کی دال بنائی ہے، تایا کو اس کے ساتھ انڈہ بنا کر دے آتی ہوں۔'' سفینہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور کتابیں سمیٹتے ہوئے اٹھ گئی۔
''بیٹیاں بھی کتنی میٹھی ہوتی ہیں۔ ان کا خمیر ہی محبتوں سے گندھا ہوتا ہے۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اتنی پیاری بیٹی عطا کی'' بہزاد نے دل ہی دل میں سوچا اور مسکرا دیے، ریحانہ منہ بنا کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

❁........❁........❁

وہ لوگ رات گئے تک وہیں رکے تو دلشاد بانو کا دل بھی بہل گیا۔ بتول نے ان لوگوں کا رات کا کھانا بھی اوپر سے بھیجا، شرمیلا نے بہت مزے دار یخنی پلاؤ اور کھیر بنا تھی۔ سائرہ تو اس کی گرویدہ ہو گئیں۔ کافی دیر بعد انہوں نے گھر جانے کی ٹھانی۔
''نانی! اب آپ چل کر ہمارے گھر پر رہیں۔'' فائز نے ان کا پیچھا لے لیا مگر دلشاد نے ہمیشہ کی طرح انکار کر دیا۔ وہ بیٹی کے گھر جا کر رہنے کے حق میں نہیں تھیں۔
''اماں! فائز ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلی چلیں، ورنہ میرا دل یہاں اٹکا رہے گا۔'' سائرہ نے ماں کے گلے لگتے ہوئے اصرار کیا۔ دلشاد نواسے اور بیٹی کو دروازے پر رخصت کرنے کھڑی تھیں۔
''پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ بتول بہت اچھی عورت ہے۔ میرا بہت خیال رکھتی ہے۔ میں نے بتول سے کہہ کر اندر والا راستہ کھلوا دیا تھا، اس طرح ان کی بچیوں کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے، کھانا بھی یہ لوگ آ کر پکا جاتی ہیں، یا اوپر سے بھیج دیتی ہیں۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے' ہو سکتا ہے ایک دو دن میں وہ نگوڑ ماری رانی بھی واپس آ جائے۔'' دلشاد نے تفصیل سے بتایا۔
''بیٹا! تم زرا اپنے پولیس والے دوست سے پتا کرنا۔'' دلشاد بانو نے فائز کی طرف بڑی آس سے دیکھ کر کہا۔
''نانی! فکر ہی نہ کریں میں پوری کوشش کرتا ہوں۔'' فائز نے سر ہلا کر تسلی دی۔

''فائز! تم چلو میں آتی ہوں۔'' سائرہ نے متذبذب ہوکر ماں کو دیکھا اور بیٹے کو وہاں سے ٹالا۔
''اوکے مما! مگر جلدی آیئے گا۔'' فائز کی رنگ انگلی میں گھماتے ہوئے بولا۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا۔ سائرہ نے مڑکر ماں کا ہاتھ تھام لیا۔
''اماں! مجھے لگتا ہے رانی ملکی بابا کی وجہ سے کہیں جا چھپی ہیں میں نے اسے پچھلی دفعہ جھاڑ پلائی تھی نا۔'' سائرہ نے دھیرے سے کہا۔
''اس بات سے بابا کا کیا تعلق؟'' دلشاد نے الجھی نگاہوں سے دیکھا۔
''اماں! کہیں ایسا تو نہیں وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ ادھر ملکی بابا مجھے مزید پیسوں کے لیے بلیک میل کررہے ہیں۔ ادھر رانی غائب۔'' سائرہ نے پریشانی سے ماں کو بتایا۔
''بلیک میل......! وہ کیوں ملکی بابا کا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' دلشاد بانو سینے پر ہاتھ مار کر چلائیں، فائز جو ماں کو بلانے اندر آرہا تھا، ان دونوں کی باتیں سن کر الجھن میں پڑ گیا۔

❁......❁......❁

اس نے دیوار کی منڈیر پر کہنی ٹکائی اور اپنے سامنے پھیلی ہریالی کو دیکھا۔ چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے پارک میں کافی رونق تھی، بچے ایک بڑی سی بال کو ٹھوکر مارتے ہوئے کھیل میں مگن تھے، دور قدرے ویران حصے میں ایک لڑکا اور لڑکی باتوں میں مصروف تھے، ایک انکل آنٹی پارک کے ٹریک پر تیز تیز چل رہے تھے، مگر اسے کوئی بھی بات اس وقت متاثر نہیں کررہی تھی، وہ جیسے کسی سوچ میں گم تھا معاً اسے نے اپنی داہنی جانب آہٹ سنائی دی۔
''فائز! یہاں کیوں اکیلے بیٹھے ہیں؟ میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈتی پھر رہی تھی پھر سمجھ گئی پارک میں آئے ہوں گے۔ وہ اس کی پشت پر آکر زور زور سے بولتی چلی گئی۔ پھر قدم بڑھائے اور اس کے برابر میں دیوار سے ٹک کر کھڑی ہوگئی۔
''کیوں تم مجھے کیوں ڈھونڈ رہی تھی۔'' وہ سفینہ کی فکرمندی پر مسکرایا اور اس پر اپنی گہری نگاہیں ٹکادیں۔
''بس یاد آرہی تھی نا۔'' اس نے بڑے پیار اور معصومیت سے کہا، مگر فائز گم صم اسے دیکھتا رہا۔
''کیا بات ہے فائز؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟'' سفینہ نے فکرمندی سے پوچھا۔
''نہیں پریشان کیوں ہوں گا۔'' وہ بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے بولا۔
فائز اپنی پریشانی سفینہ پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر وہ اسے مشکوک نظروں سے یک ٹک دیکھتی چلی گئی تو تھوڑا کسمسایا۔
''دیکھو سچ سچ بتادو ورنہ لڑائی ہوجائے گی۔'' سفینہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی وہ کچھ کھوجنے میں کوشاں رہی۔
فائز کا چہرہ بظاہر بے تاثر رہا۔ مگر یہ وہی جانتا تھا۔ اس کے دل میں کتنے طوفان پوشیدہ ہیں۔

❁......❁......❁

سائرہ کو یہ بات بہت دیر سے سمجھ میں آئی، رانی ''روحانی علاج گاہ کی خاص چیلی تھی، اس کا کام یہ ہی تھا، لوگوں کے گھروں میں کام کرتے ہوئے عورتوں کی ضعیف الاعتقادی کا فائدہ اٹھائے، اور گھیر گھار کر روحانی علاج گاہ تک لے جائے، رانی اور اس جیسی دوسری عورتوں کا آستانے سے باقاعدہ کمیشن بندھا ہوا تھا۔ وہ گھروں میں کام کرنے کے دوران دکھی اور پریشان حال لوگوں کو ان کے موکلوں اور تعویزوں کے ذریعے سے ملنے والی کامیابیوں اور خوشیوں کے ایسے من

گھڑت قصے سناتیں کہ وہ بھی کہ ایک بار ان بابا سے ملاقات کرنے کے لیے تیار ہو جاتیں، جس طرح پہلے دلشاد اور پھر سائرہ رانی کے دباؤ میں آ کر اپنے میاں سے چھپ کر ''روحانی علاج گاہ'' پہنچ گئیں۔

❁......✿......❁

ایک بات کہوں اگر سنتی ہو تم مجھ کو اچھی لگتی ہو اب بتاؤ کیوں؟'' فائز نے سفینہ کی تصویر کو مخاطب کر کے پوچھا اور جواب نہ ملنے پر مسکرا دیا۔

''میری سفی کتنی پیاری ہے ہر حال میں، کچھ بھی پہن اوڑھ لے اس پر جچتا ہے، گھر میں اجڑے ہوئے حلیے میں پھرے تب بھی سوہنی لگتی ہے، سیدھی سادی سی ہر حال میں خوش رہنے والی کتنی اچھی اور دلکش لگتی ہے'' اس نے بستر پر دراز ہو کر سوچا۔

''اس کے نقوش میں کتنا بھولا پن ہے، کتنی جاذبیت ہے، کھنکھتی ہنسی میں کیسا نرالا پن، جب بولتی ہے تو اس کی باتوں سے رس ٹپکتا ہے، لہجے میں کتنی حلاوت۔'' فائز نے تصویر پر انگلیاں پھیرتے ہوئے سوچا۔

''ان سب باتوں سے قطع نگاہ، یہ اس لیے بھی اچھی لگتی ہے کہ اس کی سیرت میں چار چاند لگے ہیں، وہ گھر کے فرد کی پسند ناپسند سے واقف ہے، مما اسے کتنا بھی برا بھلا کہہ دیں وہ کبھی بدزبانی نہیں کرتی، پاپا کا اتنا خیال رکھتی ہے۔'' فائز نے تصویر تکیہ کے نیچے رکھی اور آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

محبت صرف شکل و صورت کی محتاج نہیں بلکہ روح کی خوب صورتی بھی انسان کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔

❁......✿......❁

ایک اور خوشگوار صبح فائز کو خوش آمدید کہہ رہی تھی، وہ تر و تازہ ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچا۔

''پاپا! ناشتہ نہیں کریں گے؟'' اس نے باپ کی کرسی خالی دیکھی تو ماں سے پوچھا۔

''انہیں آج ذرا جلدی نکلنا تھا، اس لیے ناشتہ کر کے چلے گئے۔'' سائرہ نے تھوڑی غائب دماغی سے جواب دیا، پوری رات سوچنے کے بعد ان کے ذہن میں ایک نئی بات پیدا ہوئی، جو بیٹے سے کرنے کے لیے بے قرار ہوئیں۔

''تمہیں شرمیلا کیسی لگی؟'' انہوں نے پراٹھا، اس کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اچھی ہے۔'' اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا اور آملیٹ کا پیس کانٹے سے اٹھایا۔

''اماں بتا رہی تھیں کہ بہت سلیقہ مند لڑکی ہے، ان کا بہت خیال رکھتی ہے؟'' وہ پر جوش ہو کر بولیں۔

''ہونہہ میں نے سنا تھا۔'' بے نیازی سے کہا۔

''تم میری بات غور سے کیوں نہیں سن رہے؟'' سائرہ نے اس کے پاس چائے کا کپ رکھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے، وہ جس گھر بھی جائے گی، اسے جنت کا نمونہ بنا دے گی۔'' انہوں نے بریڈ کا پیس اٹھاتے ہوئے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہوں گی! لیکن مجھے اس بارے میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟'' اس کی پوری توجہ کھانے کی طرف تھی بے توجہی سے بولا۔

''شرمیلا بے انتہا حسین ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق اور سگھڑ بھی ہے۔'' سائرہ نے ملائمت سے اپنی بات پر زور دیا۔

''آخر آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟'' ماں کی بے جا تعریفوں پر وہ اب کی بار چونکا، ناشتہ چھوڑ کر انہیں بغور دیکھا۔

''میں تم سے شرمیلا کے بارے میں اس لیے بات کر رہی ہوں۔ کہ۔ مجھے وہ لڑکی بہت اچھی لگی ہے۔'' سائرہ نے

بیٹے کو پیار سے دیکھ کر کہا۔
''مما ایک ہی ملاقات میں کسی کے بارے میں حتمی رائے نہیں دیا کریں۔'' اس کی آواز گمبھیر ہونے لگی۔
''میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کا سوچ رہی ہوں۔'' انہوں نے فائز کی بات سنی نہیں اور خوش خوش اپنی تجویز سامنے رکھ دی۔
''ارے مما! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' وہ ایک دم چیخ اٹھا۔
''دیکھو اگر تم اس بات کے لیے راضی ہو جاؤ میں تمہارے پاپا کو منالوں گی۔'' سائرہ نے ایک الٹی پٹی پڑھائی، انہیں لگا کہ شاید، شرمیلا کے حسن کا جادو، فائز پر چل جائے۔
''مما! پلیز یہ نہیں ہو سکتا' میں سفینہ کے ساتھ کبھی بھی دھوکا نہیں کر سکتا۔'' فائز ایک دم ناشتہ ادھورا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور چلانے لگا۔ سائرہ ایک دم سفید پڑ گئیں۔ فائز کا انداز ان پر بہت شاق گزرا۔
جنہیں ہم پیدا کر کے اس دنیا میں لاتے ہیں، بڑی مشقتوں سے پالتے پوستے ہیں، انہیں بولنا سکھاتے ہیں اور جب وہ کسی قابل ہو جاتے ہیں تو کتنے مزے سے ماں کو انکار کر دیتے ہیں؟'' وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر سوچنے لگیں۔
''کیا مصیبت ہے۔'' فائز پاؤں پٹختا ہوا، مزید کوئی بات کیے، جلدی سے باہر نکل گیا اور دن بھر ادھر ادھر بھٹکتا ہوا سوچتا رہا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

''افوہ شازیہ کے نوٹس کہاں رکھ کر بھول گئی۔'' سفینہ نے ایک ایک کونا چھان مارا مگر مل کر نہیں دیئے وہ سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی، تھوڑی دیر پہلے ہی اس کی کالج فرینڈ نے ٹیکسٹ کیا تھا کہ کل کالج آتے ہوئے نوٹس واپس لیتی آنا۔
دو تین روز بیماری کی نذر ہو گئے، وہ کالج نہ جا سکی، اب جو ڈھونڈنے بیٹھی تو مل کر نہیں دے رہے تھے۔
''اب کہاں سے لاؤں؟ شازیہ تو مجھے کچا چبا جائے گی۔'' وہ بڑبڑ کرتی ہوئی، ادھر ادھر اٹھا پٹخ میں لگ گئی۔
''سفی! یہ کیا اتھل پتھل مچا رکھی ہے؟'' ریحانہ کسی کام سے اس طرف آئیں تو پورے کمرے کا برا حال دیکھا۔
''ممی! وہ اکنامکس کے نوٹس نہیں مل رہے ہیں۔'' اس نے جھنجھلا کر بالوں کی لٹ پیچھے کرتے ہوئے جواب دیا۔
''اوہ! میں جب یہاں کی صفائی کر رہی تھی تو شاید تمہاری پرانی کتابوں کے ریک میں رکھ دیا تھا، وہاں دیکھ لو۔'' ریحانہ نے کہا تو اس کی جان میں جان آئی۔
سفینہ اپنی پرانی کتابوں کو ایک طرف رکھ رہی تھی، بیچ میں وہ نوٹس بھی مل گئے، اس نے شکر ادا کیا اور جلدی سے نکالا، ایک دم سے بہت ساری کتابیں نیچے گر گئیں۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھ کر دوبارہ کتابیں رکھنے لگی، اچانک ہی اس کے ہاتھ میں پرانی براؤن کور والی ڈائری آ گئی۔ آنکھوں میں ایک خوب صورت یاد جھل مل کرنے لگی، ہاتھ بڑھا کر ڈائری اٹھائی اور اپنے دوپٹے سے صاف کرنے کے بعد اسے احتیاط سے کھولا، کچھ گلاب کی سوکھی پتیاں اس کے دامن میں گر گئیں۔ یہ ڈائری فائز نے پچھلے سال نیو ائیر کے موقع پر اسے تحفتاً دی تھی، اس میں رکھا تازہ گلاب کا پھول ایک سال گزرنے کے بعد سوکھ چکا تھا، مگر اس میں سے اب بھی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی، اس نے ناک کے قریب لے جا کر سونگھا اور تازہ دم ہو گئی۔
پھول ہی سوکھا تھا، مگر ان دونوں کے محبت بھرے جذبات تو آج بھی ہرے بھرے تھے۔
سفینہ ساری چیزیں ایسے ہی چھوڑ کر، وہاں سے اٹھ گئی اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھنے کے بعد اپنے ٹیڈی کو اٹھا کر گود میں رکھا اور کسی قیمتی شے کی طرح ڈائری کا پہلا صفحہ احتیاط سے کھولا،

فائز نے نئے سال کے حوالے سے اپنی خوب صورت لکھائی میں ناصر کاظمی کے کلیات میں سے ایک خوب صورت انتخاب تحریر کیا تھا جسے پڑھتے ہوئے آج بھی سفینہ کے چہرے پر روشنیاں سی پھیلتی چلی گئی۔

عشق میں جیت ہوئی یا مات
آج کی رات نہ چھیڑ یہ بات

یوں آیا وہ جان بہار......
جیسے جگ میں پھیلے بات
کچھ نہ کہا اور کچھ نہ سنا
دل میں رہ گئی، دل کی بات
یار کی نگری کوسوں دور
کیسے کٹے گی بھاری رات
سناٹوں میں سنتے ہیں
سنی سنائی کوئی بات
پھر جاڑے کی رت آئی
چھوٹے دن اور لمبی رات

❁......❁......❁

دو تین دن کی خاموشی کے بعد ایک دن پھر ملنگی بابا کا فون آ گیا، وہ نمبر دیکھ کر ہی زرد پڑ گئیں، فون اٹھانے کی ہمت ہی نہیں ہوئی، جب بیل کئی بار بجی تو مجبوراً فون پک کیا۔

''ہیلو۔'' حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

''بی بی......! آپ سے کہا تھا کہ کال کر کے بتائیے گا خیر یہ بتائیں کہ پیسوں کا انتظام ہو گیا؟'' وہ ہی کھر کھراتی ہوئی آواز جس کے کانوں میں پڑتے ہی سائرہ کی جان نکل جاتی۔

''میں اتنے پیسوں کا انتظام نہیں کر سکتی۔'' سائرہ نے صاف جواب دے کر جان چھڑانا چاہی۔

''سائرہ! بی بی اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ عمل تو مکمل کروانا پڑے گا ورنہ مؤکل۔ ہم سب کو پریشان کریں گے۔'' بابا نے تھوڑا تیز لہجے میں جتایا۔

''مگر میرے لیے مزید کچھ کرنا مشکل ہوگا۔'' وہ بری طرح سے اس بابا کے جال میں پھنس گئی تھیں، کسی طرح جان ہی نہیں چھوڑ رہا تھا

''دیکھیں......! کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا آپ عمل کو بیچ میں ادھورا نہ چھوڑیں ورنہ......'' اب کی بار وہ دھمکی دینے پر اتر آیا۔

''بس بابا! میں نے کہہ دیا نا مجھے کچھ نہیں کروانا۔'' سائرہ کا صبر جواب دے گیا انہوں نے بے اختیار چیخ کر کہا۔

''مما! مجھے دیں۔'' فائز جو کافی دیر سے پیچھے کھڑا ساری باتیں سن رہا تھا ماں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سختی سے بول پڑا۔

''وہ بیٹا! یہ۔'' سائرہ ایک دم فق ہو گئیں۔ انہیں امید نہیں تھی کہ فائز ساری باتیں سن لے گا۔

''ادھر دکھائیں میں پہلے تو اس ناپاک انسان سے بات کروں، جو میری ماں کو سیدھی راہ سے بھٹکا رہا ہے، اس کے

بعد آپ کی بات سنوں گا۔" فائز نے سرخ آنکھوں سے ماں کو گھورتے ہوئے زبردستی فون چھین لیا۔
"آپ اللہ والے بابا ہیں یا کوئی جعلساز انسان؟ میری ماں کو بہت دن پریشان کرلیا اب ایسا نہیں ہوگا۔" وہ گرجنے لگا۔
"ہم عمل شروع کرنے کے بعد ادھورا نہیں چھوڑ سکتے بیٹا! اس طرح سے آپ لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے......" فون سے ایک مردانہ آواز سن کر، بابا نے لہجے میں نرمی سموئی۔
"کسی کو بھی فائدہ یا نقصان پہنچانا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ یا ہم کس قابل ہیں۔ ایک بات کان کھول کر سن لیں۔ ہمیں آپ سے کوئی کام نہیں کروانا' بس اب یہ معاملہ ختم کردیں......" فائز غصے سے پھٹ پڑا۔ سائرہ کے ہاتھ خوف سے کانپ اٹھے،
"بیٹا! سنو تم جس ماں کے لیے لڑ رہے ہو وہ تمہاری اس لڑکی سے شادی ختم کروانے کے لیے یہ عمل کروارہی تھی اگر تم مجھ سے آکر ملو تو میں تمہیں محبوب سے ملوانے کا ایسا تعویز دوں گا کہ ساری رسیاں کٹ جائیں گی۔" فائز کے چیخنے چلانے پر بابا کا انداز ہی بدل گیا، فوراً ہی اس کی چاپلوسی میں لگ گئے۔
"جسٹ شٹ اپ اگر دوبارہ اس نمبر پر فون کیا تو میں آپ کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کروادوں گا' پھر وہی لوگ آپ سے نمٹیں گے۔" فائز نے سخت انداز میں کہہ کر لائن کاٹ دی۔ وہ ایک شاک کے عالم میں ماں کو گھورتا چلا گیا پھر سامنے پڑی کرسی کو لات مار کر باہر نکل گیا۔
سائرہ نے ٹھنڈی سانس بھری بیٹے کو باہر جاتا دیکھا کف افسوس ملا، وہ تو اس بات پر بھی شکر ادا کرنے لگی کہ اگر فائز کی جگہ یہاں جلال خان ہوتے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہوجاتا۔

جلال خان کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ اُن کی بیگم صاحبہ کس قسم کے چکر میں پڑ چکی ہے۔، رانی نے یہ بات سمجھ لی تھی کہ سائرہ اور دلشاد ساری باتیں گھر کے مردوں سے چھپاتی ہیں اس لیے ان کو بلیک میل کرکے رقم بٹورنا آسان ہوگا۔
مگر جب سائرہ کا غصے سے بھرا ہوا فون آیا تو وہ احتیاط کے طور پر بشیر کے مشورے پر دلشاد کا گھر چھوڑ کر غائب ہوگئی، اس طرح، اب وہ بلاواسطہ طور پر ان لوگوں کی ناراضگی کا شکار نہیں بن پائی۔
بشیر نے رانی کے کہنے پر ہی بابا کو مشورہ دیا کہ وہ رجسٹر میں لکھے سائرہ کے فون پر کال کرکے اسے ڈرائے دھمکائے اور مزید پیسے منگوائیں،
ان لوگوں نے سوچا تھا کہ سائرہ یقیناً بات کھلنے کے ڈر سے بلیک میل ہوتی رہے گی، کہ کہیں اس کا بسا بسایا گھر نہ اجڑ جائے، کیونکہ جلال خان تو ایسے عاملوں کے شدید ترین مخالف تھے ان کے لیے یہ ناقابلِ معافی غلطی ہوتی' خاص طور پر بھتیجی کی بات سن کردہ بیوی کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ مگر فائز کی دخل اندازی سے ان کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ بشیر کو نئے ٹھکانے میں جا کر اپنی یہ دکان چمکانی تھی جہاں مزید لوگوں کو شکار بنانا آسان رہتا، آبادی سے دور ویران علاقوں میں کرائے پر اس طرح کے گھر با آسانی اور کم کرائے پر مل جاتے تھے، اسی وجہ سے وہ ٹھکانے بدلتا رہتا، اور اب تک قانون کی گرفت سے بچا ہوا تھا، مگر یہ اس کی بھول تھی، اوپر والے کی پکڑ بہت شدید ہے، جس دن ایسا ہوا، وہ بچ نہیں پائے گا۔

"فائز! سنو مجھے یہ سامان لادو گے پلیز۔" سفینہ نے اسے گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا تو پیچھے سے آواز لگائی، وہ سنی ان سنی کیے بڑھتا چلا گیا۔

''او ہیلو کیا ہوا سنو تو۔'' سفینہ کو لگا وہ اس وقت نارمل نہیں ہے اس کے پیچھے دوڑی، مگر وہ دھڑ سے گیٹ بند کرتا باہر نکل گیا۔ وہ ہکا بکا سی اس کی چوڑی پشت تکتی رہ گئی۔

ڈھونگی بابا سے ساری بات جاننے کے بعد فائز کے چہرے پر کرب اور اشتعال آمیز تاثرات اُبھر آئے۔ اِس وقت خود کو کڑے امتحان سے گزرتا ہوا محسوس کیا، اسی لیے ماں کے سامنے سے ہٹ گیا، سفینہ بھی پیچھے بھاگی، مگر اس سے نگاہیں ملانا بھی بہت مشکل لگا، وہ اپنی زندگی کے عجیب دوراہے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

''سفینہ کالنگ'' بیل بجی، جینز کی جیب سے فون نکال کر نمبر دیکھا، وہ پریشان ہو کر کال کر رہی تھی، لائن کاٹ دی، بیل پھر تواتر سے بج اٹھی تو اس نے موبائل سوئچ آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

''مما! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ اس حد تک بھی جا سکتی ہیں۔'' آخر جب اس کے صبر کی طنابیں ٹوٹ گئیں تو وہ اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔

مما! یہ آپ نے کیا کر دیا نہیں' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میرے لیے سفینہ سے دست بردار ہونے کا مطلب زندگی سے پیچھا چھڑانا۔ ہوگا۔'' بے اختیار جھرجھری لی اور کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند شکستہ قدموں سے چلتا ہوا سڑک کے کنارے پیدل چلتا چلا گیا۔

''اے محبت تیرے انجام پر رونا آیا'' سامنے والی دکان پر بجنے والے ریڈیو سے مغنیہ کی دل کو چیرتی صدا ابھری اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا، اسے لگا' گویا محبت دور کھڑی اس کی بیچارگی پر آنسو بہا رہی ہو۔ ایک آنسو، آنکھ سے ٹپکا، اس نے خود سے بھی نگاہ چرا لی۔

❁ .... ❁ .... ❁

''مما کی سوچ اتنی منفی کیوں ہو گئی ہے؟ وہ کبھی مجھ سے ناراض اور رنجیدہ ہو جاتی ہیں؟ کبھی شرمیلا سے شادی کے لیے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتی ہیں، اب تو حد ہو گئی ہے ایک، جنون میں آ کر ڈھونگی عاملوں کے چکر میں جا پھنسی ہیں۔ مجھے سفی بہت عزیز ہے، مگر میں مما سے بھی تو حد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ کیا ماں کی خاطر میں سفینہ سے کنارہ کشی اختیار کر لوں؟'' وہ سر جھکائے سوچتا ہوا، گھر کے دروازے تک آ پہنچا۔

''فائز بیٹا! رات کے دو بج رہے ہیں تم کہاں تھے؟'' سائرہ نے گیٹ کھلنے کی آواز سنی تو چونک کر باہر کی جانب لپکی، بیٹا، ٹوٹا پھوٹا سا سر جھکائے، اندر داخل ہوا۔

''مما! یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' فائز ماں کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے پر یہ الفاظ لکھے دکھائی دیئے۔ سائرہ کو ایک دم تھرتھری سی محسوس ہوئی۔

''بیٹا! مجھ سے غلطی ہو گئی جو میں رانی کے بہکائے میں آ کر اس منحوس ٹھگ کے چکر میں پھنس گئی۔'' سائرہ نے سر جھکا کر کہا۔

''ایک بات کہوں' مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ سفینہ کی مخالفت میں خود سیدھی راہ سے ہٹ جائیں گی' پڑھی لکھی ہو کر ان جیسوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گئیں۔'' فائز نے پہلی بار ماں سے اس انداز میں بات کی۔

''مجھے یہ سوچ کر ڈر لگ رہا تھا کہ عمل پورا نہ کروانے پر ہمارے ساتھ کچھ برا نہ ہو جائے۔'' سائرہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''جو کچھ اس گھر میں ہو رہا ہے۔ کیا۔ اس سے زیادہ بھی برا ہو سکتا ہے؟'' اس نے الٹا۔ ماں سے سوال کیا۔

''تم نہیں جانتے وہ اس دن جو سفینہ کی طبیعت خراب ہوئی' وہ بھی۔ بابا کے عمل......'' جوش میں بتاتے بتاتے انہوں

نے شرمندگی سے بات ادھوری چھوڑ دی۔
''مما! مجھے یہ سب سن کر ندامت ہوتی ہے۔ آپ کو کرتے ہوئے۔'' وہ جوش میں بولتے بولتے خود پر قابو پا گیا۔ ماں کا احترام تھا جس نے زبان کو روک دیا۔
''بس بھول ہوگئی۔'' سائرہ کے چہرے پر ندامت کی سیاہی پھیلی۔
''مما! یہ بابا، ڈھونگی، ٹھگ اور عامل لوگ ہماری وجہ سے پھلتے پھولتے ہیں ہماری ضعیف الاعتقادی ہی ان کے کاروبار کو چمکانے کی وجہ بنتی ہے۔ اور سفینہ کی حالت کے پیچھے بابا کے تعویز کی کرامات نہیں بلکہ بخار کی شدت تھی، اتفاق سے وہ رات کو ایک ڈراؤنی مووی دیکھ کر سوئی تھی اور دماغ میں وہ ہی واقعات گردش کرتے رہے بس ڈر گئی۔'' فائز نے ماں کی غلط فہمی دور کی تو، بابا کے فریب کا پردہ چاک ہوا، سائرہ کے دماغ نے بھی کام کرنا شروع کر دیا۔
''بیٹا! مجھے معاف کر دو۔'' وہ اتنا کہنے کے بعد چپکی کھڑی رہ گئیں۔
''مما! مجھ سے نہیں نماز پڑھ کر اللہ کے سامنے توبہ کریں اور اس کا شکر ادا کریں جس نے کسی بڑے نقصان سے بچالیا'' وہ تاکید کرتا ہوا افسوس سے سر ہلاتا باہر نکل گیا۔
۔انسان بھی کتنا بے وقوف ہے اپنے جیسے عام انسان سے توقعات باندھ لیتا ہے کہ وہ تقدیر بدل سکتا ہے۔
سچ بات تو یہ ہے کہ رب کائنات کے اختیار سے باہر کچھ نہیں۔ بس وہ اپنے بندے کو آزماتا ہے، کبھی لے کر اور کبھی دے کر اسی لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کرے تو پھر شاید بات بن جائے۔
اس کے رحمتوں کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ اس میں کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ مگر انسان بہت عجلت پسند ہے، اپنی ناعقلی کی وجہ سے بھٹک جاتا ہے، ضعیف الاعتقادی میں پڑ کر اپنے جیسے انسانوں کے در پر مانگنے چلا جاتا ہے۔

❁ ✹ ❁

وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، اس کے کان میں جعلی بابا کے الفاظ گونجتے تو پورے جسم میں جیسے آگ بھر جاتی۔ وہ بستر سے اٹھ کھڑا ہوا، کھڑکی سے باہر جھانکا، تیز بارش ہو رہی تھی، بے اختیار باہر نکل گیا۔ برستی بارش سے بے گانہ ہو کر سبز لان پہ ننگے پیر چلتا چلا گیا۔
''جانے حالات کب ٹھیک ہوں گے۔'' اس نے برستی بارش کو مٹھی میں بند کرنا چاہا، مگر ناکام رہا۔
''کیا یہ دوریاں کبھی ختم نہیں ہوں گی؟'' فائز کے سر میں ٹیس سی اٹھی، وہ ایک دم زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔
''مما! آپ کس راہ پر چل پڑی ہیں ایک بیٹے کی حیثیت سے میرے لیے یہ بات کتنی شرمندگی کا باعث ہے۔'' وہ ماں کے کمرے کی کھڑکی کی جانب دیکھ کر بولا جہاں اب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
میں اس رشتے سے انکار کر دیتا ہوں مگر کس کس کا مان توڑوں، دادا ابا جن کے جینے کی وجہ سفینہ ہے چچا جان جن کی محبت کے دریا مجھے بچپن سے سیراب کرتے آئے ہیں اور سفینہ وہ تو میرا سب کچھ ہے اسے دل سے کیسے نکال پاؤں گا۔ اس سے بہتر تھا کہ مرنے کا حکم دے دیا ہوتا۔'' وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح سردی میں ہولے ہولے کانپتا رہا۔ پوری رات۔ سوچیں اس کے گرد منڈلاتی رہیں ٹھنڈک سے پیڑ پودے مرجھائے سے ہو گئے، مگر وہ اپنی دھن میں موسم کی شدت سے بے نیاز ماتم کناں بکھرتا چلا گیا۔
''سفینہ میری زندگی کا حاصل ہے اس سے الگ ہونے کا فیصلہ کرنے سے بہتر میں خود کو ہی مار لوں۔'' اس نے نیلے ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری، بند ہوتی آنکھوں سے ہاتھوں کی لکیروں میں اسے تلاشا اور لان میں نیم بے ہوشی کے عالم میں گر گیا۔

❁ ❁ ❁

فائز آئی سی یو میں زندگی اور موت کی کشمکش میں گھرا ہوا تھا، ڈاکٹر نے بتایا کہ اس کو شدید قسم کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے، اس کے علاوہ بارش میں رات بھر بھیگنے کی وجہ سے نمونیا کے اٹیک کا بھی خدشہ ہے۔ ابرار خان شدید پریشانی کی حالت میں ٹہل رہے تھے، سائرہ کا رو رو کر برا حال تھا، احساس جرم اور پریشانی بڑھتی چلی جارہی تھی، فائز کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ کر ان کا سارا طنطنہ دور ہوگیا۔

جلال خان الگ پریشان تھے کہ ایسی کیا بات ہوگئی جس کی وجہ سے اکلوتے بیٹے کا یہ حال ہوا۔ وہ بیوی سے پوچھ پوچھ کر تھک گئے، مگر سائرہ نے ڈر کے مارے زبان نہیں کھولی۔ اسی لیے وہ سارے قصے سے لاعلم تھے۔

''ہمارے پوتے کو اچانک کیا ہوگیا؟'' ابرار خان کا چہرہ شدتِ ضبط سے سرخ ہوگیا۔

''ابا جان! پلیز آپ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔'' جلال باپ کا ہاتھ تھام کر کونے میں رکھی ہوئی بنچ کی جانب بڑھ گیا۔

''بیٹا! اس گھر کو کسی کی نظر لگ گئی ہے، پے در پے دکھوں نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اب مزید برداشت نہیں ہوتا۔'' ابرار خان بیٹے کا ہاتھ تھام کر بچوں کی طرح ایک ہی بات رٹنے لگے۔ جلال خان بھی اپنا غم بھلا کر باپ کو تسلی دینے لگ گئے۔

❁ ❁ ❁

سفینہ نے جب سے فائز کی حالت کا سنا شدتِ غم سے بے آواز آنسو بہائے چلی جارہی تھی۔ وہ اس سے ملنے کے لیے بے قرار ہوگئی۔ ریحانہ نے ایک اچٹتی نگاہ بیٹی کے چہرے پہ ڈالی۔ تو اسے بھی ساتھ چلنے کا عندیہ دے دیا، سفینہ کی زردی مائل صورت دیکھ کر انہیں افسوس ہونے لگا۔

بھائی سے بات کرتے ہی بہزاد خان اپنی فیملی کے ساتھ فوراً اسپتال پہنچے انہوں نے بیٹی کو یوں لمحوں میں نچڑتے دیکھا تو مضطرب ہوگئے۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ فائز نے سفینہ کو سب کچھ بتادیا ہو، اگر اس نے سب کے سامنے سچ بول دیا تو جلال میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر کا راستہ دکھانے میں دیر نہیں کریں گے'' سائرہ نے سفینہ کی طرف دیکھا تو دل کا چور اندر ہی اندر شور مچانے لگا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔

''تائی اماں! آپ نے ٹھیک نہیں کیا آپ ہی فائز کو اس حال تک پہنچانے کی ذمہ دار ہیں۔'' سائرہ کو سفینہ کی نگاہیں بولتی ہوئی محسوس ہوئیں، جو ابرار خان سے ملنے کے بعد ان کی طرف آرہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں سکڑنے لگیں۔

''اگر اس نے ماں سے ساری باتوں کا تذکرہ کردیا ہوگا تو، وہ اس بات کا پورا فائدہ اٹھا کر مجھے سب کی نظروں سے گرا سکتی ہے۔'' سائرہ نے ہاتھ ملتے ہوئے ریحانہ کو دیکھا، جو سفینہ کے ساتھ ہی ان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ خود ساختہ اندیشوں نے ان کے دل میں پکڑ دھکڑ مچا رکھی تھی۔

وہ وقتی طور پر بیٹے کی بیماری کی بھول گئیں، مگر جب وہ دونوں ماں بیٹی ان سے نارمل انداز میں آکر ملیں تو ان کی پریشانی کم ہوئی۔

ریحانہ جٹھانی کے برابر میں بیٹھ کر تسلی دینے کی کوشش کرنے لگیں، مگر سائرہ نے خاموشی اختیار کرلی اور ہاتھ میں تھامی تسبیح کے دانے تیز تیز گرانے شروع کردیئے۔ ریحانہ بھی منہ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگیں۔ سفینہ دادا ابا کے پاس بیٹھ گئی۔

’’فائز کی طبیعت کیسی ہے؟‘‘ ڈاکٹر علوی کو باہر آتا دیکھ کر سائرہ نے بے قراری سے ان کی طرف جا کر پوچھا۔
’’شکر ادا کریں اب مریض کی حالت بہتر ہے اور وہ کافی بہتر کنڈیشن میں ہے۔‘‘ ڈاکٹر علوی نے سر ہلا کر انہیں تسلی دی، ان کے چہرے پر پھیلے اطمینان نے وہاں موجود تمام نفوس کو سکون کا سانس لینے پر مجبور کیا۔ وہ سب ڈاکٹر کو گھیر کر فائز کے بارے میں سوال جواب کرنے لگے۔
’’کیا میں اس سے مل سکتی ہوں؟‘‘ سائرہ نے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے پوچھا
’’جی ہاں انہیں ہوش آ گیا ہے آپ ان سے مل سکتی ہیں لیکن ابھی کیوں کہ وہ نیم غنودگی میں ہیں تو پلیز تھوڑی دیر کے لیے جائیے گا...... اور پلیز، زیادہ لوگ نہیں۔‘‘ ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں تنبیہہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔
’’اللہ! تیرا شکر ہے۔ میرے بیٹے کو ہوش آ گیا۔‘‘ وہ رب کا شکر ادا کرتی ہوئی آئی سی یو کی جانب بڑھی۔
بیڈ پر لیٹے فائز کا زرد چہرہ دیکھ کر سائرہ دل گرفتہ ہونے لگیں۔ وہ بے اختیار اس کی جانب بڑھیں۔
’’فائز! میری جان! تم نے اپنی یہ کیا حالت بنالی ہے......‘‘ اس کے اوپر قدرے جھک کر انہوں نے نم لہجے میں اسے پکارا۔
’’کیا سچی محبت واقعی اتنا بڑا جرم ہے۔ جس کی سزا یوں بھگتنی پڑ رہی ہے؟‘‘ ماں کو دیکھ کر فائز کے اندر دکھوں کی لہریں دور تک بہتی چلی گئیں۔
فائز نے سرخ آنکھوں سے ماں کو دیکھا اور پھر بند کر کے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کا ناراضگی کا اظہار سائرہ کے دل پر قیامت ڈھا گیا۔ وہ خود کو ملامت کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

⁂ .... ⁂ .... ⁂

’’کیا میں فائز سے ملنے اندر جا سکتا ہوں؟‘‘ ابرار خان نے آگے بڑھ کر بے تابی سے شیشے کی دیوار کے پار جھانکتے ہوئے بیٹے سے پوچھا۔
’’ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ وہ تھوڑی دیر میں اسے روم میں شفٹ کر دیں گے، پھر ہم سب مل سکتے ہیں۔‘‘ جلال خان نے ابرار خان کا کاندھا تھپتھپا کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔
بیٹے کی بات سن کر انہوں نے شکرانہ ادا کیا، سفینہ کی جان میں جان آئی۔ بہزاد خان نے بھی سکون کا سانس لیا، ورنہ ایک لمحے کو تو وہ سب بہت ڈر گئے تھے۔ اسے وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تو سفینہ تیزی سے کمرے کی جانب بڑھی۔

⁂ .... ⁂ .... ⁂

تھوڑی دیر بعد سب اس کے بیڈ کے گرد جمع ہو گئے، مگر فائز سب سے بے نیاز آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔
ابرار خان نے کمرے کے کونے میں کھڑی سفینہ کو اپنے پاس بلایا سر پہ پیار دیا۔ وہ ایک دم دوبارہ بے آواز آنسوؤں سے رونے لگی۔ جلال خان نے ایک نظر بھتیجی کے معصوم سے چہرے کی طرف دیکھا اور اس کو ساتھ لگا کر کھڑے ہو گئے، سائرہ جو بیٹے کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھیں، یہ منظر برداشت نہ کر سکیں۔
’’بیٹا! کیسے ہو؟‘‘ ابرار خان نے پوتے کے قریب کھڑے ہو کر فکر مندی سے پوچھا تو وہ ایک دم اٹھنے لگا، مگر نقاہت کی وجہ سے نہیں اٹھ سکا۔
’’ارے لیٹے رہو ابھی تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔‘‘ بہزاد خان نے بڑھ کر بھتیجے کے سر کے نیچے تکیہ لگایا۔ سفینہ کونے میں کھڑی چپکے چپکے اسے ہی تکے جا رہی تھی، آنسو ایک روانی کے ساتھ آنکھوں سے بہے چلے جا رہے تھے۔
’’جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔ بس جلدی سے طبیعت ٹھیک کر لو۔‘‘ جلال خان نے جھک کر اس کی پیشانی چومتے

ہوئے اپنی بات کا پختہ یقین دلایا۔
"مگر مما......! اس بار تو......" وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگیا اور استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔
"نہیں بچے! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔" جلال نے اس کے ادھورے فقرے میں چھپے خدشات کو محسوس کرتے ہوئے یقین دہانی کروائی۔

❁.......❁.......❁

ایک ہفتہ اسپتال میں رہنے کے بعد فائز گھر آیا تو اس کی حالت کافی بہتر تھی۔ وہ دوبارہ سے معمولات زندگی میں مشغول ہوگیا، مگر جانے کیوں اب وہ سفینہ سے چھپتا پھرتا۔ سفینہ اس کو ڈھونڈتی پھرتی مگر وہ ہتھے ہی نہیں چڑھتا۔ رات کے کھانے کے بعد، بہت دنوں بعد فائز ٹیرس پر آیا تو سفینہ کو خاموشی سے کسی گہری سوچ میں گم پایا، ٹیرس میں پھیلی چاند کی روشنی میں وہ چاندنی کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ فائز بے اختیار اس کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا۔ چند لمحے اس نے اپنی محبت کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجا کر چونکایا۔
"کن خیالوں میں گم ہو۔" فائز نے زبردستی مسکرا کر پوچھا۔
"شکر آپ کو بھی میرا خیال آیا۔" سفینہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور شکوہ لبوں پر مچل اٹھا۔
"آپ کے خیال سے بے خبر کب ہوئے؟" فائز کی آنکھوں میں پیار بھری ملائمت دکھائی دی، اس نے قدرے جھک کر سفی کا ناراض ناراض سا چہرہ تکا۔
"ایک بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے......" اس نے نرم لب کھولے۔
"ایسی کون سی بات ہے؟" فائز نے حیرت سے کہہ کر دیوار سے کمر ٹکائی۔
"مجھے لگتا ہے آپ کی بیماری کے پیچھے کوئی اور وجہ تھی۔" اس کی آنکھوں میں تشکیک کے سائے لرزے۔
"کیا مطلب......؟" فائز کو صحیح اندازے پر قدرے حیرت ہوئی۔
"بس میرا دل کہہ رہا ہے کوئی ایسی بات ہے جس سے آپ اندر ہی اندر لڑ رہے ہیں۔" وہ فائز کو بڑی گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔
"چھوڑو نا تم بھی کن باتوں میں الجھ رہی ہو۔" فائز یہ کہتے ہی اُٹھ گیا اور نیچے جانے لگا، سفینہ نے بڑھ کر اس کے مضبوط بازوؤں کو تھام کر جانے سے روکا۔
"سنیں شاید یہ پہلی بار ہوا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔" وہ اتنے پیار اور اپنائیت سے بولی کہ فائز کے لیے اس سے نگاہیں ملانا مشکل ہونے لگا۔
"سفی! کچھ باتوں کو چھپا رہنے دو اگر وہ کھل گئیں تو شاید ہم دونوں کے رشتے میں دراڑیں پڑ جائیں" اس کا انداز بہت دکھی کر دینے والا تھا۔
"مگر وہ......" سفینہ نے ہونٹ ہلائے تو فائز نے اس کے لبوں پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔
"پلیز اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو تو آئندہ کچھ نہیں پوچھو گی" فائز نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے یوں کہا کہ سفینہ سن سی کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔